ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ
ستمبر ۱۹۹۷ء

۹

ادھر جاتا ہے یا دیکھیں.....
(سیّد عطاء المحسن بخاری کا فکر انگیز کالم)

أخبار الأحرار
راولپنڈی اور ملتان میں حضرت امیرِ شریعتؒ کی یاد میں اجتماعات کی روداد

علاّمہ اقبال اوپن یونیورسٹی
کی نصابی کتاب اور
حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

قادیانی مربّی کے مطالبے پر حق و باطل کا فیصلہ

فدیہ و قضاء ــــ مسائل و احکام
نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی

ضیغمِ احرار شیخ حسام الدینؒ
تحریکِ آزادی کے عظیم رہنما کا تذکرہ

میں جب تک زندہ ہوں
تمہاری جڑوں میں پانی پھیرتا رہوں گا

۱۹۲۱ء میں تحریک خلافت کے سلسلہ میں حضرت امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ گرفتار ہوئے تو انہیں لاہور سنٹرل جیل کے "گوراوارڈ" میں قید کر دیا گیا۔ ابھی دو ہفتے ہی گزرے تھے کہ اچانک ایک روز سپرنٹنڈنٹ جیل نے شاہ جی کو اپنے دفتر میں طلب کیا اور انگریزی میں لکھی ہوئی ایک درخواست انہیں پیش کی کہ وہ اس پر دستخط کر دیں جس پر درج تھا۔

"اگر اس دفعہ حکومت مجھے معاف کر دے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ میری کوئی حرکت ایسی نہیں ہوگی جس سے حکومت کو کسی قسم کی شکایت پیدا ہو"

شاہ جی نے اس معافی نامہ کے ہزار ٹکڑے کر کے اسے پاؤں تلے روندا اور تین دفعہ اس پر تھوکا۔ پھر غضبناک ہو کر واپس لوٹ گئے۔

اس واقعہ کے چند ہی دنوں بعد شاہ جی کو پنجاب کی سخت ترین جیل، ڈسٹرکٹ جیل میانوالی منتقل کر دیا گیا۔

مدت قید ختم ہونے میں ابھی چھ ماہ باقی تھے کہ ایک بار پھر یہی عمل دہرایا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل نے معافی نامہ دستخط کے لیے پیش کیا تو شاہ جی نے فرمایا

"میں جو کچھ کہتا ہوں وہ اس پر لکھو گے۔"

سپرنٹنڈنٹ: جی ہاں

شاہ جی: تو پھر لکھو "میں جب تک زندہ ہوں تمہاری جڑوں میں پانی پھیرتا رہوں گا"

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

۱۹۲۱ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جمادی الاولیٰ: ۱۴۱۸ھ

ستمبر: ۱۹۹۷ء

جلد ۸، شمارہ ۹ قیمت: ۱۲ روپے

Regd: M - No.32

زرِ تعاون سالانہ اندرون ملک ۱۲۰ روپے بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی

مجلس ادارت

* زیرِ سرپرستی : حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
* رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری
* مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاء فکر

* ابنِ امیرشریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
* پروفیسرخالد شبیر احمد
* سیدخالد مسعود گیلانی
* مولانا محمد اسحٰق سلیمی
* مولانا محمد مغیرہ
* عبداللطیف خالد
* محمد عمرفاروق
* ابوسفیان تائب
* ساغراقبالی

رابطہ : دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان: فون: 511961

تحریک تحفظِ ختمِ نبوّت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
قلم برداشتہ:	اُدھر جاتا ہے یا دیکھیں ادھر آتا ہے پروانہ!	سید عطاء المحسن بخاری	۷
زبانِ خلق:	ایک قاری کے استفسارات اور ان کے جوابات	" " " "	۹
نقد و نظر:	حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر شبہات	مولانا مشتاق احمد	۱۲
	(علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے نصابی کتاب میں فاش غلطی)		
مسائل و احکام:	فدیہ و قضاء (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ)	مفتی جمیل احمد تھانویؒ	۱۶
ردِّ مرزائیت:	احمدیہ موومنٹ انگریز یہودی تعلقات	ڈاکٹر سبطین لکھنوی	۲۷
	قادیانی مربی کے مطالبے پر حق باطل کا فیصلہ	محمود احمد	۳۰
شخصیات:	ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمہ اللہ	مہدی معاویہ	۳۱
	مولانا عبد الوحید رحمہ اللہ	قاری عبد العزیز	۳۴
حاصلِ مطالعہ:	کچھ بھولی بسری باتیں	علامہ محمد عبد اللہ	۳۷
	(مولانا عبد القادر لدھیانوی اور مولانا عبد الرحیم رام پوری کا تذکرہ)		
تحقیق:	تعدادِ آیاتِ قرآن	پروفیسر قاضی طاہر الہاشمی	۴۳
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات انکی	ساغر اقبالی	۴۹
حسنِ انتقاد:	تبصرہ کتب	(ذ) بخاری	۵۱
اخبار الاحرار:	ملتان اور راولپنڈی میں حضرت امیرِ شریعت کی یاد میں اجتماعات احرار کی روداد	ادارہ	۵۴
ترحیم:	مسافرانِ عدم	ادارہ	۵۸
شاعری:	نظم	خادم حسین	۶۱

دل کی بات

۷ ستمبر۔ یومِ تحفظ ختم نبوت اور یومِ تجدیدِ عہد

پاکستان کی سیاسی اور پارلیمانی تاریخ میں ۷ ستمبر ایک عہد ساز دن ہے۔ ہم اسے یومِ تحفظ ختم نبوت اور یومِ تجدیدِ عہد قرار دیتے ہیں۔ اس روز عقیدۂ ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کی طویل ترین جدوجہد فتح مبین سے ہمکنار ہوئی۔

عقیدۂ ختم نبوت، مسلمانوں کے ایمان کی اساس اور روح ہے۔ اگر اس پر حرف آجائے تو اسلام کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آگرے گی۔ حضور نبی آخرالزمان ﷺ کے منصب ختم نبوت نے ہی ہمیں عقیدۂ توحید کی نعمت سے سرفراز کیا اور مقام توحید کی معرفت، حقیقت اور شعور عطاء کیا۔

خلفاء راشدین کے عہد میں بعض جھوٹے مدعیان نبوت نے سر اٹھایا اور کفر و ارتداد پھیلانے کی مذموم کوشش کی مگر نبی ختمی مرتبت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے ان فتنوں کے خلاف جہاد کر کے انہیں کچل کر رکھ دیا۔

ماضی کے مختلف ادوار میں کئی بد بخت افراد نے دعوئ نبوت کر کے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے اور انہیں گمراہ کرنے کی سعئ مذموم کی۔ مگر ہر دور میں اہل ایمان اور حق کے طرف داروں نے ان کے خلاف بھرپور مزاحمت کی، منصب ختم نبوت کی حفاظت کی اور مسلمانوں کو گمراہی اور ارتداد سے بچایا۔

برصغیر میں فرنگی اقتدار کے خلاف ہندوستان کی تمام اقوام متحد ہوئیں اور سامراج کی غاصب و ظالم حکومت کے خلاف ہر محاذ پر زبردست جدوجہد کی۔ خاص طور پر مسلمانوں کی جدوجہد تاریخی اور مثالی تھی۔ مسلمانوں نے انگریز کے خلاف بغاوت کو جہاد قرار دیا اور اسے توشۂ آخرت سمجھ کر اس محاذ پر سرگرم رہے۔ انگریز........ دانا اور عیار دشمن تھا۔ یہ بات ہمیشہ اس کے پیش نظر رہی کہ ہم نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا۔ اور مسلمان ہی ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ علماء حق نے نہ صرف انگریز کے خلاف جہاد کا فتوئ دیا بلکہ اس جہاد کی قیادت بھی کی۔

انگریز نے اسی جذبۂ جہاد کو مسلمانوں کے دل و دماغ سے نکالنے کے لیے جعلی اور جھوٹا نبی پیدا کیا۔ "قادیان" کے ایک لالچی اور بدکردار شخص "مرزا غلام احمد" کو دعوئ نبوت کے لیے آمادہ و طیار کیا اور آخر کر اس بدبخت نے نبوت کا دعوی کردیا۔ مرزا غلام احمد نے پہلا کام یہ کیا کہ انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا اور انگریز کی اطاعت و فرمانبرداری کو ہی اصل ایمان قرار دیا۔

یہ منحوس لمحہ مسلمانوں کے لیے بہت بڑی آزمائش تھا۔ تب علماء حق نے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا

اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے میدان عمل میں آئے۔ فتنۂ قادیانیت کو انگریز کی مکمل سرپرستی حاصل تھی اور آج بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فتنے کو کچلنے کے لیے مسلمانوں کے نوے سال صرف ہوئے۔

۱۹۲۹ء سے پہلے فتنۂ قادیانیت کے خلاف جتنی جدوجہد ہوئی وہ انفرادی نوعیت کی تھی۔ ۱۹۲۹ء میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی اور اس کے اغراض و مقاصد میں فتنۂ قادیانیت کا تعاقب و احتساب کلیدی حیثیت کا حامل تھا۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام نے قادیانیت کے محاسبے کا مناظرانہ تعاقب ختم کرکے عوامی اور سیاسی احتساب شروع کیا۔ ۱۹۳۰ء کی "کشمیر کمیٹی" قادیانیوں کی کمین گاہ تھی۔ مجلس احرار نے اس کشمیر کمیٹی کا بائیکاٹ کیا اور علامہ محمد اقبال (جو قادیانی لابی کے فریب میں آکر اس کمیٹی کے سیکرٹری بن گئے تھے۔) سے ملاقاتیں کرکے قادیانی عقائد و نظریات اور امت مسلمہ کے خلاف ان کی سازشوں سے باخبر کیا۔ علامہ مرحوم نے نہ صرف اس کمیٹی سے استعفیٰ دیا بلکہ قادیانیوں کے خلاف انگریزی میں چار مقالے تحریر کیے۔ اقبال نے قادیانیوں کو "اسلام اور وطن کا غدار" قرار دیا۔ پھر ۱۹۳۴ء میں مجلس احرار نے اس جدوجہد کو وسیع تر کرتے ہوئے۔ شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت" قائم کیا۔ اسی شعبہ کے تحت "قادیان" میں اپنا دفتر قائم کیا۔ قادیان...... مرزائیوں کا مرکز اور بظاہر خود مختار ریاست تھی۔ احرار رہنماؤں اور کارکنوں نے مرزائیوں کے ریاستی جبر و تشدد اور اقتدار کی نخوت کو خاک میں ملا دیا۔ مقامی مسلمانوں کو معاشی و سیاسی اور دینی تحفظ فراہم کیا۔ قادیان میں "احرار تبلیغ کانفرنس" منعقد کی اور ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو مرزائیت کے خلاف ہم زبان اور ہم قدم کرکے۔ ارتداد کی تبلیغ کا راستہ پوری قوت سے روک دیا۔

قیام پاکستان، مرزائیوں کے لیے سب سے بڑا سانحہ تھا۔ تقسیم ملک کے وقت باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کے قادیانی نمائندہ سر ظفر اللہ آنجہانی نے بھرپور وار کیا اور پٹھانکوٹ، فیروز پور، گورداسپور قادیان اور کشمیر کو پاکستان میں شامل نہ ہونے دیا۔ ان کے نزدیک قادیان کا پاکستان میں شامل ہونا مرزائیت کی موت تھی۔

قیام پاکستان کے بعد گورنر پنجاب فرانسس موڈی نے چنیوٹ سے متصل دریائے چناب کے کنارے ایک پوری بستی اپنے اس چہیتے اور پالتو بچے کے نام نوے سالہ لیز پر الاٹ کردی۔ جو آج "ربوہ" کے نام سے معروف ہے۔ یہ جگہ قادیان کی متبادل تھی۔ مرزا بشیر الدین (قادیانی خلیفہ) نے پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کا پروگرام بنایا اور بلوچستان کو "احمدی سٹیٹ" بنانے کی منظم منصوبہ بندی مکمل کرلی۔ سر ظفر اللہ (قادیانی) وزیر خارجہ تھا۔ اس نے نہ صرف داخلی محاذ پر قادیانیوں سے مکمل تعاون کیا بلکہ خارجی محاذ پر بھی مکمل سیاسی تحفظات فراہم کیے۔ یہ ۱۹۵۲ء کی بات ہے تب مجلس احرار اسلام نے گہرے غور و خوض کے بعد تحریک تحفظ

ختم نبوت کا آغاز کیا۔ پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے علماء کو دعوت دی اور انہیں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی عظیم الشان اساس پر متحد و منظم کر دیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت و سیادت میں زور دار تحریک چلی مگر خواجہ ناظم الدین کی لیگی حکومت نے گولی کے زور پر تحریک کو کچلنے کی کوشش کی۔ جنرل اعظم خان نے مارشل لاء کے سائے میں ہزاروں فدائین ختم نبوت کے سینے گولیوں سے چھلنی کرائے۔ بظاہر تحریک دم توڑ گئی مگر..... مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے ایک جوش، ولولہ اور جذبہ بیدار کر گئی۔

مئی ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں نے پھر سر اٹھایا۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مسافر طلباء پر حملہ کر کے انہیں زدو کوب کیا۔ یہ حادثہ شعلۂ جوالہ بن گیا۔ اور پورا ملک تحریک تحفظ ختم نبوت کا میدان بن گیا۔ تحریک اتنی شدید اور طاقتور تھی کہ اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں حل کرنے کا فیصلہ کیا۔

اسمبلی سے باہر کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی قیادت میں سرگرم عمل تھی۔ قائد احرار جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو ذر بخاری رحمہ اللہ نے تحریک کے دیگر مرکزی رہنماؤں کے قدم بہ قدم شب و روز ایک کر کے تحریک کو بام عروج پر پہنچایا۔ ادھر اسمبلی کے اندر مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے رفقاء نے آئینی جنگ کر کے تحریک کا مقدمہ جیت لیا۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی کے تاریخی فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

آج اس فیصلہ کو ۲۳ برس بیت گئے ہیں مگر مرزائیوں نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ آئے روز مسلمانوں کے خلاف اپنی سازشوں کا جال پھینکتے رہتے ہیں۔ علماء کے خلاف نفرت پیدا کرنا۔ فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دینا اور سیاسی طور پر پاکستان کو بدنام اور کمزور کرنا مرزائیوں کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ حالانکہ ۱۹۸۴ء میں جنرل محمد ضیاء الحق شہید نے قانون امتناع قادیانیت جاری کر کے مرزائیوں کو شعائر اسلامی اور اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے سے روک دیا یہود نصاریٰ کی مکمل سرپرستی و تعاون کی وجہ سے اس قانون کا مؤثر نفاذ تو نہ ہو سکا لیکن بہت حد تک مرزائیوں کے اثر و نفوذ کا راستہ روک دیا گیا۔

بعض نام نہاد دانشوروں کی زبان پر آج یہ سوال عام ہے کہ مرزائیت کا مسئلہ حل ہو چکا ہے۔ اب ان کے خلاف کام کرنا "مولویوں کا پیٹ کا دھندہ" ہے۔ یہ سوال اور پروپیگنڈہ ان دانشوروں کی جہالت کا غماز ہے۔ مرزائی آج بھی ارتداد کی تبلیغ اور ملک کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ تل ابیب، لندن اور ربوہ ان سازشوں کے مراکز ہیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف مرزائی لٹریچر مسلسل شائع ہو رہا ہے اور حکومت خاموش تماشائی ہے۔

توہین رسالت آرڈی نینس کی مخالفت، شناختی کارڈ پر مذہب کے اندراج کی مخالفت میں مرزائی پیش پیش رہے ہیں اور آج فرقہ وارانہ دہشت گردی کے پس منظر میں بھی قادیانی سازشیں ہی کار فرما ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ۷ ستمبر مسلمانوں کے لیے تجدید عہد کا دن ہے۔ مرزائیوں کے خلاف آخری اور زور دار تحریک کی ضرورت ہے۔ یہ مسلمانوں کے دل کی آواز ہے حکومت پاکستان مرزائیوں کی ملک و دین دشمن سرگرمیوں کی بنیاد پر قادیانی جماعت پر پابندی عائد کرے اور اسے خلاف قانون قرار دے۔

گولڈن جوبلی

وزیراعظم محمد نواز شریف احتساب کا نعرہ لگا کر دوسری بار ایوانِ اقتدار میں پہنچے ہیں۔ وہ اپنے اقتدار کی ششماہی گزار چکے ہیں۔ اور ۱۴ اگست کو پاکستان کی گولڈن جوبلی بھی موسیقی کی دھنوں اور ناچ، گانوں کے ماحول میں منا چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی آخری انتخابی تقریر میں ٹیلی ویژن پر قوم سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ ان شاء اللہ ہم ملک میں خلافتِ راشدہ کا نظام قائم کریں گے"۔ انہوں نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ پاکستان کو ایشیئن ٹائیگر بنادیں گے۔

چھے ماہ گزرنے کے باوجود نہ احتساب ہوا۔ نہ خلافت راشدہ قائم ہوئی اور نہ پاکستان ایشیئن ٹائیگر بن سکا۔ احتساب کمیشن کو ملزمان کی بدعنوانیوں کے ثبوت نہیں مل رہے۔ سودی نظام کی موجودگی میں خلافت راشدہ کا قیام کیسے ممکن ہے؟ اور مزید غیر ملکی سودی قرضے لیکر پاکستان ایشیئن ٹائیگر کیسے بنے گا؟ اقتصادی و معاشی صورت حال زوال پزیر ہے۔ میڈیا سے عریانی و فحاشی پھیلائی جارہی ہے۔ مہنگائی عروج پر ہے۔ دہشت گرد حکومت سے زیادہ مضبوط ہیں۔ "انصاف آپ کے دروازے پر" کے دعویٰ کی یہ صورت حال ہے کہ خصوصی عدالتوں میں لگائے جانے والے گیارہ ججوں میں سے دو قتل کے مقدمات میں ملوث ہیں۔ باقی نو کے بارے میں وزیراعظم ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ ہم بغیر تشریح کے کچھ لکھ کر توہین عدالت کے مرتکب نہیں ہونا چاہتے۔

ملک کی مجموعی صورت حال پر محب وطن کے لیے کرب و اضطراب اور پریشانی کا سبب ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں، اس ملک میں کس کا قانون، کس کی حکومت ہے؟ کون وارث ہے؟ نواز شریف اور بے نظیر دو دو مرتبہ اقتدار کا جھولا جھول چکے ہیں۔ آئندہ کون آئے گا؟ ان سوالات کا جواب بھاری مینڈیٹ والے، بھاری بھرکم دماغ والے وزیراعظم کے ذمہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ #

قلم برداشتہ سید عطاء المحسن بخاری

اُدھر جاتا ہے یا دیکھیں ادھر آتا ہے پروانہ !

اپنے اصغر علی گھرال صاحب اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں اور وہ اپنے نعمتی وجود بے جود کا اظہار مسلسل کرتے رہتے ہیں۔ گجرات میں وہ خاصے "بلیار" مشہور ہیں اور حتی الوسع کسی دینی نمائندے کی دال نہیں گلنے دیتے۔ مشہور ہے کہ آپ مغربی افکار و نظریات کے ہزماسٹرز وائس ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے کبھی ردو کد نہیں فرمائی اور نہ کبھی تشکیک و تجسس کی آنکھ کھولی بلکہ یورپ کے مستشرقین کے افکار ایک مشرقی مستغرب اور وہ بھی مقلد بلکہ اندھے مقلد کی طرح قبول فرمائے ہیں۔ دینی محفلوں میں، مضامین میں...... مولوی، عربی مدارس، نصابِ تعلیم پر یونہی بن موسم کے برستے رہتے ہیں۔ یکم اگست (۹۷ء) کے "خبریں" میں، ان کا "خط وط"...... اسی سلسلے کا تازہ شاہ کار ہے۔ ان کی بعض باتیں یقیناً قابل توجہ ہیں اور بعض باتوں میں ہم بھی ان کے ہم نوا ہیں کاش کہ ان کا رویہ بھی اچھی تجاویز جیسا اچھا ہو جائے۔ ان کی اکثر باتیں ان کے مضمون کے عنوان کی طرح ہوتی ہیں۔ یعنی خط کیساتھ "وط" کا لاحقہ! گھرال صاحب رقم طراز ہیں...... "تشویش کا باعث ان اداروں کا "نصاب" ہے جن سے یہ ادارے فروغِ جہالت اور ابلہ سازی کی فیکٹریاں بن کر رہ گئے ہیں۔"

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں اور انصاف کریں کہ یہ لب و لہجہ پڑھے لکھے لوگوں جیسا ہے۔ یا "پھکڑ" افراد کے بگڑے دہن کی جھاگ جیسا ہے۔

گھرال صاحب! دینی مدارس کا نصاب تعلیم ملاحظہ ہو، شاید آپ نہ جانتے ہوں..... قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، فقہی اختلافات، حنفی فقہی ترجیحات اور عربی تک رسائی کیلئے عربی گرامر۔ اب آپ بتائیں یہ نصاب جہالت کے فروغ کا سبب ہے؟ گھرال صاحب! مسلمان قوم کا یہی نصاب تعلیم ہے۔ باقی جو آپ چاہتے ہیں وہ ہماری ضرورت ہے۔ جیسے جوتا پاؤں کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے جوتا پہننے والے کا کفش دوز ہونا بھی کیا ضروری ہے؟ جوتا مقاصد میں نہیں۔ جن مضامین کو آپ نصابِ تعلیم سمجھتے ہیں وہ ہماری ضرورت ہیں اور یہ ضرورت الحمدللہ ملک میں پوری ہو رہی ہے۔ نہیں پورا ہو رہا تو مقصد پورا نہیں ہو رہا۔ قرآن و سنت ہمارے مقاصد ہیں۔ دین کی درسگاہیں مقصدی درسگاہیں ہیں۔ یہاں مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ ضرورتیں پوری کرنے کیلئے اور بہت سے ادارے ہیں اُدھر متوجہ ہوں۔ ایم۔ اے کرنے والا، ڈاکٹر، انجینئر بننے والا، لاکھوں روپیہ لگا کر یہاں تک پہنچتا ہے کبھی آپ نے اس ضرورت کو اس نوجوان میں بھی پورے ہوتے دیکھا؟ یہ کالج، یہ یونیورسٹیاں اربوں کا بجٹ ڈکار جاتے ہیں، قوم کو لوٹ کر کھا گئے ہیں۔ کبھی آپ نے جائزہ لیا کہ ان یونیورسٹیوں سے نکلنے والے "ابلہ" ہیں کہ عاقل، عالم ہیں کہ جاہل۔ پچاس برس میں اسکی توفیق کسی یونیورسٹائزڈ حاکم کو بھی نہ ہوئی۔

گھرال صاحب! دینی مدارس خیراتی ادارے ہیں۔ تیرہ کروڑ کی آبادی میں گنتی کے افراد کی زکوٰۃ و عطیات کے سہارے چلتے ہیں۔ ان کے پاس اتنا بجٹ ہی نہیں کہ وہ مغربی بتوں کی آرائش کر سکیں اور ان سے آپ کا یہ

مطالبہ ہی غیر فطری ہے۔ معاف کیجئے آپ خود اور آپ کا ماحول، آپ کی خصوصی توجہات کا مستحق ہے تاکہ آپ اور آپ کا ماحول "نصاب تعلیم" کے مطلوبہ مقاصد سے آراستہ و پیراستہ ہوسکے۔ گھرال صاحب، میاں اظہر، کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے ایک چبھتے ہوئے سوال کو تروتازہ رکھنے کیلئے لکھتے ہیں.......

"اگر دینی مدرسوں کا سلیبس مثالی ہے تو ان اداروں کے مالکوں کے بچے یہاں کیوں نہیں داخل کرائے جاتے۔ وہ کانونٹ سکول اور امریکہ، برطانیہ کیوں بھجوائے جاتے ہیں؟ کیا یہ صریح منافقت نہیں۔"

میں نے تب میاں اظہر صاحب کو بھی جواب دیا تھا، آج بھی عرض ہے کہ پبلک سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کی ساختہ پرداختہ کمیونٹی کے جو بچے ہمارے پاس آکر ہمارا نصاب تعلیم پڑھتے ہیں کیا وہ منافقت نہیں؟ اصل بات یہ ہے نہ وہ منافقت ہے، نہ یہ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا سرکاری نصاب تعلیم قومی نہیں غیر قومی ہے۔ آزاد نہیں، غلامی کی آلائشوں سے مرصع ہے۔ ضیاء الحق (شہید) اور محمد نواز شریف کو گھرال صاحب نے آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں نے سکول، کالج اور یونیورسٹیوں کی سطح تک جس انداز سے دین پہنچانے کی کوشش کی ہے وہ اگر عمل میں آجائے تو چند برسوں میں یونیورسٹیوں کے "مستغربین" اقبال کی مشرقیت سے آراستہ ہو کر دین آشنا ہو جائیں۔ کالج و یونیورسٹی میں دینی آجانے سے دینی کمی پوری ہو جائے گی، مقصد بر آئے گا اور مال بھی حلال ہو جائے گا۔

گھرال صاحب! ساری باتیں تو قابل جواب نہیں ہوتیں اکثر باتیں تو "وَطَ" کے زمرے میں آتی ہیں "خط" کے ذیل کی آخری بات یہ ہے کہ......

"دقیانوسی اور سطحی سوچ کے "عالمان دین" نے انہیں اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے اور ان کی سوچ پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ میاں نواز شریف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر بھاری مینڈیٹ دینے والوں نے اس ملک کو مُلّائیت کے حوالے کرنا ہوتا تو وہ دینی جماعتوں کو ووٹ دیتے"

کیا کہنے اس علم اور گہری سوچ کے........ لوٹنے کی جائے ہے۔!

گھرال صاحب! یہ کتنی بڑی حقیقت ہے جسکی آپ نے اور صرف آپ نے نقاب کشائی کی ہے کہ نواز شریف کو دقیانوسی سوچ کے عالمان دین نے گھیر رکھا ہے۔ جناب، پوری مسلم لیگ میں ایسے ایک آدمی کا نام لیں جو عالم دین کہلانے کا مستحق ہو۔ اگر آپ کا مشاہدہ یہی ہے تو اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ کن لوگوں کو عالم دین سمجھتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ لوگوں نے دینی جماعتوں کو ووٹ نہیں دیا اور ملک کو ملائیت کے حوالے نہیں کیا، تو جواب عرض ہے ۱۸۳۰ء سے لیکر اب تک لوگوں کو جس رنگ میں رنگا جا رہا ہے یہ تو اس کے برگ و بار ہیں۔ ہمیں صرف دس برس اقتدار و اختیار کے منصب پر بیٹھ کر ماحول کو ایک ڈھب پر لانے دیں، پھر دیکھیں قوم کدھر جاتی ہے۔........ع

اُدھر جاتا ہے یا دیکھیں اِدھر آتا ہے پروانہ

ایک قاری کے استفسارات اور ان کے جوابات

حضرت جی سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری

حسب ذیل چند باتیں قابل دریافت ہیں مہربانی فرما کر ہمیں ایک ذہنی خلجان سے نجات دلائیں ہم چند ساتھی اس موضوع پر گفتگو کرتے رہتے ہیں مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتے۔

(۱)　　کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حضرت ابوسفیان کا خاندان فتح مکہ اور اسلام کے مکمل غلبے کے بعد مسلمان ہوا اس لئے اسے "والسابقون الاولون" میں شمار کیا جاتا بلکہ اس خاندان کا یہ عمل "الناس علیٰ دین ملوکھم" کے زمرے میں آتا ہے۔ ورنہ دین کی تبلیغ اور حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں آنا بالکل دوسری بات ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ابوسفیان پر حضرت بلال کو ترجیح دی جس پر ناراض ہو کر انہوں نے یہاں تک کہا کہ "ایک گڈریے کے بیٹے کو کیا معلوم کہ ایک خاندانی رئیس اور غلام میں کیا فرق ہوتا ہے۔" اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ رسی جل گئی لیکن اس کا بل نہ گیا۔

حضرت معاویہؓ کے بارے میں یہ کہ دینا کہ وہ خفیہ طور پر پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ یا اسلام کی محبت ان کے دل میں پیدا ہو چکی تھی۔ مگر مصلحتاً اس کا اظہار نہ کیا عقل کو اپیل نہیں کرتا اور نہ اسے "تقیہ" کہا جائیگا۔

(۲)　　ہند زوجہ ابی سفیان سے حضور کو اتنی نفرت تھی کہ آپ اس کی صورت تک دیکھنا گوارا نہ فرماتے تھے۔ پھر یہ بھی تو دیکھیے کہ کسی میت کا کلیجہ نکال کر کچا چبانا درندگی کی بدترین مثال ہے۔ اسی خاتون کے نام کے ساتھ سیدہ لکھنا کہاں تک مناسب ہے۔

(۳)　　علی ابن ابی طالب اور معاویہ ابن ابی سفیان (رضی اللہ عنھم) کی باہمی عداوت اور دشمنی جو چالیس جنگوں پر محیط ہے حتیٰ کہ خطبوں میں طعن و تشنیع بلکہ لعنت و ملامت تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ کیا اسے "اختلاف امتی رحمۃ" کے زمرے میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو ان دونوں میں سے حق پر کون تھا؟ خلیفۂ راشد یا خروج کرنے والا باغی؟ ظاہر ہے کہ دونوں کو تو حق پر قرار نہیں جاسکتا کیونکہ حق ایک طرف ہوتا ہے دو طرف نہیں۔

(۴)　　حضرت معاویہ کی سخاوت مہمان نوازی اور داد و ہش کا بڑا چرچا کیا جاتا ہے۔ کیا سرکاری خرچے پر بڑی بڑی دعوتیں کرنا انواع اقسام کی ڈشیں تیار کروا کے روساء اور عیان سلطنت کو مدعو کرنا، استحکام سلطنت کی تدبیروں کا حصہ سمجھا جائیگا یا اسے فیاضی کا نام دیا جائیگا؟ نیز اس بات کی وضاحت بھی ہونی چاہیے کہ بیت المال کی رقوم کو اس بیدردی کے ساتھ لٹانا دیانت و امانت کی تعریف میں آتا ہے یا خیانت کی؟

(۵)　　خلفائے راشدین کے معمول کے خلاف اپنے بیٹے کے حق میں بیعت لے کر خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کرنا اور اپنی زندگی ہی میں خاندانی بادشاہت کی بنیاد رکھنا کہاں تک جائز ہے؟ کیا سنت رسول اور طریقۂ خلفائے راشدین کے علاوہ دین کی بنیادی تعلیم کے برخلاف بیش قیمت اور فاخرانہ لباس پہننا اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ زندگی بسر کرنا مستحسن عمل قرار دیا جاسکتا ہے؟ اہل شام کو جلال و ہیبت کے ذریعے مرعوب کرنے والا عذر ناقابل قبول ہے۔ اگر یہ عذر سچا ہوتا تو حضرت عمر بھی دمشق میں داخل ہونے سے پہلے ایسا اہتمام ضرور کرتے۔

کتابوں کے حوالوں سے قطع نظر (کیونکہ ہر کتاب اپنے مصنف کے رجحان طبع کی عکاس ہوتی ہے) عقلی نقطۂ نظر سے ان سوالات کا جواب (بمع اس عریضے کے) نقیب میں شائع فرمائیں۔ عین مہربانی ہوگی

محمد شہزاد اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

نوٹ: قبیلہ بنو ہاشم کی اولاد اپنے اسلاف کی بجائے اپنی جدّ کے دشمن بنوامیہ کی اتنی وفادار ہوسکتی ہے؟ تعجب ہے۔

جواب

محترم شہزاد صاحب

آپ کا خط چونکہ سلام کے بغیر شروع ہوا تھا اس لئے جواب بھی بغیر سلام کے حاضر خدمت ہے

(۱) آپ نے مجھے تو حضرت جی لکھا اور سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا "رسی جل گئی مگر بل نہ گئے" واہ ری دانش واہ۔ آپ تاریخ کی تاریکیوں سے نکل کر روشنی کی طرف آئیے۔ آپ تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ جبکہ روشنی صرف سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ہے۔ وہاں جو بھی آیا وہ منور ہوگیا۔ ابوسفیان، اسکے بیٹے بیٹیاں بیوی ہر چند کہ "السابقون" میں سے نہیں مگر نور نبوت سے روشن ہیں فیض رسول سے فیضیاب ہیں۔

(۲) آپ نے نبی رحمت ﷺ کی رحمت عامہ کو ملوک کا دھرم کہا ہے جو سخت نادانی ہے۔ یہ نبوت کی ہی طاقت تھی جس نے ۲۱ سالہ دشمن خدا اور رسول کو غلام رسول بنایا، اسکے گھر کو کعبے کے بعد دوسرا دارالامن قرار دیا۔ کفر و شرک کا بت طناز نبی حق ورحمت ﷺ کے قدموں میں گر کر چور چور ہوگیا۔

(۳) سیدنا معاویہ رضی اللہ کے اسلام چھپانے پر ہی کیا موقوف ہے، سیدنا ومولانا علی رضی اللہ عنہ نے بھی تو ابوطالب جیسے نرم کافر سے اسلام چھپایا تھا؟

(۴) سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کا باہمی اختلاف تو امر واقعہ ہے اور یہ کوئی جرم بھی نہیں۔ سیدنا علی سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہما نے بھی اختلاف کیا انہیں کیا کہیں گے؟

اور چالیس جنگوں والا افسانہ ہوش ربا اور لعنت وملامت کی حکایتِ دراز بلکہ زبان دراز تاریخ کی کتابوں کی ہی غلاظت ہے جو اس دور زبوں کے "مہگلین" نے چاٹی ہے

ایں کار از تو آید و "مزدک" چنیں کند

دوسری بات جو دانشِ جفا پیشہ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ علی ومعاویہ کو نبی رحمت ﷺ کے گوشۂ تربیت و تزکیہ سے کیا یہی اخلاق عالیہ حصے میں آئے تھے۔ معاویہ کی بات تو رہنے دیں مولا علی کو ۲۳ برس کی معیت، تربیت، قرب اور "وصیت" سے کیا سبق ملا؟

اے دانشِ فرنگ ذرا دیکھ تو سہی۔ عقلی جوابات کے طلب گار، روایات صغار کو مستند مان کے انہیں پر دین وایمان کی بنیاد بے بنیاد رکھ کر فیصلے کئے بیٹھے ہیں۔ جسے یہ پتہ نہیں کہ خروج کہلاتا ہے بیعت کے بعد بیعت توڑ کر آدمی حریف بن جائے۔ جب بیعت ہی نہیں ہوئی تو خروج کیسا؟ مولا علی نے خود فرمایا "انما الاختلاف فی قصاص عثمان" قصاص عثمان کا اختلاف اگر حق و باطل کہلاتا ہے تو پھر قصاص نہ لینا باطل نہیں کہلاتا؟

یہی لب ولہجہ اگر عقلیت کی بنیاد ہے تو پھر کہاں منطبق نہیں کیا جاسکتا؟ اور اگر ایسا ہی انطباق رواج پائے تو...... بلہ درزدان جفا پیشہ کہ من می آیم

(۵)۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دادودہش کی بات اور اعیان سلطنت کو کھلانا پلانا پالیسی میٹر ہے یا......

کس کی تڑپ کے رات کٹی اک سوال ہے

اس کا جواب زاہدِ شب زندہ دار دے

سیدنا حسن ، سیدنا حسین بن علی، سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار، سیدنا عقیل بن ابو طالب سے پوچھ لیا ہوتا۔ بڑے دیوبندیوں بریلویوں شیعوں زیدیوں کو الہام ہوتا ہے کشف الصدور کشف القبور کا "عجمی" تصوف ان کے گلے کا ہار ہے کسی کا کشف ہی تمہارا کام کردے......یلیتہا کانت القاضیہ

(۶)استخلاف یزید پر چیں بہ جبیں ہونے سے پہلے یا بعد میں دیکھ لیا ہوتا کہ استخلاف حسن، مولا علی کی سنت ہے اس سنت علویہ راشدیہ کے متعلق کیا رائے ہے؟ سیدنا مُعاویہ کا شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کتاب کے حوالے کے بغیر لکھا جائے تو عقلیت اور حوالہ دیا جائے تو بے عقل....واری عقل بے نور!

سیدنا فاروق اعظم عمر بن الخطاب نے بھی سیدنا مُعاویہ کے بارے میں فرمایا تھا لا تذکروا معاویہ الا بخیر کاش عقل بے نور، نور فاروقی سے ہی مستنیر ہوجائے تو تمام خرخشے دور کافور اور ہبا منثور ہوجائیں۔ آخری جواب بنو ہاشم کے جن اعاظم و اکابر کی بات آپ عجمی روایت پرستی کے انداز میں کرتے ہیں اسکا جنازہ حازہ تو انہوں نے سوا چودہ سو برس پہلے نکال دیا تھا آپ ابھی تک ہڈیاں اٹھائے شعور کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

سرور کائنات ﷺ کی پھوپھی جان بنو امیہ کے گھر، رحمت کائنات علیہ الصلواہ و التسیمات کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان بن عفان کے گھر، سیدنا ابوسفیان کی دختر نیک اختر خاتم النبین ﷺ کے بیت نبوت کی زینت سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار کی پوتی ام محمد یزید کے گھر

کس کس جگہ سے انکو نکالو گے ظالمو

اندر مُعاویہ ہے تو باہر مُعاویہ

میرا منقبت لکھنا محبت کے خلاف ہے تو بنی امیہ کو بیٹیاں دیدینا؟

شہزاد صاحب! سچ بولیں اور سچ لکھیں۔سیدنا حسین سلام اللہ و رضوانہ نے تو کرب و بلا میں بھی سچ بولا تھا اور مخالفین کو اچھے نام سے یاد کیا تھا۔

(الف) اگر کتابوں کے حوالے سے آپ کی روش مزاج لرزاں ہے تو یہ گفتگو جو آپ نے کی ہے یہ بھی کسی لوط بن یحیٰ جیسے لوطی کی وضعی داستان کے سوا کچھ نہیں ایسی خرافات سے ۱۵۰ ھجری کے بعد کے مرقین کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور جلی بھنی رکھی ہیں۔

سید عطاء المحسن حسنی حسینی قادری گیلانی بخاری الحال ملتانی

مولانا مشتاق احمد (چینوٹ)

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی نصابی کتاب میں ایک فاش غلطی

حیات عیسیٰ علیہ السلام پر شبہات اور ان کا ردّ

وطن عزیز میں چند سالوں سے نصاب کا حلیہ بگاڑنے پر زور شور سے کام ہورہا ہے۔ ہر شعبۂ تعلیم میں اہم عہدوں پر ملحدین کے دوچار ایجنٹ گھس کر اپنا کام خاموشی سے کر رہے ہیں اور اگر کوئی احتجاج کرتا بھی ہے تو اس کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ غیروں کے ساتھ ساتھ اب اپنوں کی بے حسی اور لاعلمی بھی رنگ لارہی ہے۔ صحیح العقیدہ مسلمان ہونے کے مدعی حضرات بھی لاشعوری طور پر ملحدین کی تائید کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں ایک غلطی کی نشاندھی مقصود ہے جو "اپنوں" کے ہاتھوں سرزد ہوئی ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کی تیار کردہ کتاب "اسلامیات اختیاری" برائے بی اے بلاک نمبر ا یونٹ نمبر ا تا ۵ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو کہ پروفیسر حافظ احمد یار صاحب سابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب کا تحریر کردہ ہے۔ یہ اقتباس سورہ آل عمران کی آیات ۵۵ تا ۶۰ کی تفسیر مندرجہ کتاب سے لیا گیا ہے اور اس تفسیری نوٹ کا آخری پیراگراف ہے۔

"اس ساری بحث کے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ عقیدۂ حیات مسیح یا رفع مسیح اسلام کے بنیادی عقائد (اجزائے ایمان) میں سے نہیں آنحضرت ﷺ نے کبھی مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ منوانے پر (اسلام کے پانچ بنیادی عقائد کی طرح) اصرار نہیں فرمایا تھا۔ یہ عقیدہ قرآن اور احادیث کی تصریحات سے زیادہ قریب ضرور ہے۔ (اور اسی لئے تمام مسلمان اس کے قائل رہے ہیں) لیکن یہ تاویل احتمالات سے یکسر خالی نہیں۔ اس کا معاملہ آیات متشابہات کا سا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی محض یہ سمجھ کر وفات مسیح علیہ السلام کا قائل ہو کہ رفع مسیح یا حیات و وفات مسیح کا عقیدہ اسلام کا بنیادی عقیدہ نہیں ہے اس لئے نہیں کہ ایسا ہونا ناممکنات سے ہے اور نہ ہی اس لئے کہ اس عقیدہ کو اپنی دکان چمکانے کا ذریعہ بنایا جائے تو جواز کی گنجائش شاید نکل سکتی ہے۔ مسلمانوں میں وفات مسیح کے قائل لوگ کم سہی مگر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ کسی پر پہلی دفعہ الہام کے ذریعے وفات مسیح کا انکشاف ہوا ہے تو علمی دیانتداری اور تحقیق کے بھی خلاف ہے۔ "بانی قادیانیت" (مرزا غلام احمد قادیانی لعین) سے پہلے سرسید یہی بات کہہ چکے تھے مگر انہوں نے کوئی فرقہ بنایا نہ اپنے مخالفوں کو کافر کہا اور قادیانی حضرات کے ساتھ بھی مسلمانوں کا اصل جھگڑا حیات و وفات مسیح کا نہیں بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان کے پیشوا نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مسلمانوں کے نزدیک تمام مسلمانوں کے نزدیک حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد نبوت کا ہر مدعی اسلام سے خارج ہے اور اسے مسلمان کہلانے پر اصرار کا بھی کوئی حق نہیں ہے

(صفحہ ۹۸)

اس عبارت کا تجزیہ کرنے سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

۱- عقیدہ حیات مسیح اسلام کے بنیادی عقائد میں سے نہیں ہے
۲- آنحضرت ﷺ نے کبھی یہ عقیدہ منوانے پر اصرار نہیں کیا
۳- قرآن و حدیث کی تصریحات تاویل کے احتمال سے خالی نہیں ہے
۴- ان نصوص کا معاملہ آیات متشابہات والا ہے

۵- مرزا قادیانی سے پہلے بھی کئی لوگ وفات مسیح کے قائل رہے ہیں
۶- قادیانیوں سے اصل نزاع حیات و وفات مسیح کا نہیں بلکہ ختم نبوت کا ہے
۷- اسلام میں اس عقیدہ کا انکار کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

تجزیہ:

نکتہ نمبر ۱: ہمیں انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ فاضل مضمون نگار، علم تفسیر اور تفاسیر کے مطالعہ سے بے بہرہ ہیں ورنہ وہ یہ نہ کہتے۔ مفسرین کی تصریحات ذکر کرنے لگوں تو مضمون کتابی شکل اختیار کر لے گا اس لئے صرف حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں تاہم بعض ضروری حوالے بعینہ درج ہوں گے۔

۱- آیت ومکروا ومکر الله و الله خیر الماکرین کی تفسیر میں رفع عیسی علیہ السلام کی تصریح پر مشتمل چند حوالے جو ہمیں دستیاب ہوئے حسب ذیل ہیں تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۷۲، ۷۳، تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۳۶۵، ۳۶۶ تفسیر خازن جلد ۱ ص ۳۳۹ تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۴۸ تفسیر جلالین ص ۵۲

آیت، واذ قال الله یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ کے چند حوالے:
تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۷۵، ۷۶، ۷۷، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۶، تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۴۰، ۲۴۱،
تفسیر جلالین ص ۵۲، فتح البیان فی مقاصد القرآن ج ۲ ص ۴۹

آیت، بل رفعه الله پر مفسرین کرام کی تصریحات:
تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۵۷۴، تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۰۱ تا ۱۰۴، خازن ج ۱ ص ۴۱۹ جلالین ص ۹۱، فتح البیان ج ۲ ص ۲۴۴ کشاف ج ۱ ص ۴۳۶

و ان من اهل کتاب الالیؤ منن به قبل موته پر چند حوالے:
تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۰۶، ابن کثیر ج ۱ ص ۵۷۷، تفسیر جلالین ص ۹۱، تفسیر کشاف ج ۱ ص ۴۳۷

ویکلم الناس فی المهد و کهلا پر تصریحات:
تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۳۵، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۷

و انه لعلم للساعته پر حوالے:
تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۲۲۳، ابن کثیر ج ۴ ص ۱۳۲ تفسیر جلالین ص ۴۰۹

وجعلنی مبارکا اینما کنت پر تصریحات:
تفسیر مظہری ج ۶ ص ۹۴، تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۲۱۵، ۲۱۶

چند عبارات:

(۱) اصل المکر السعی بالفساد فی خفیۃ و مداجاہ امامکرھم بعیسیٰ علیہ السلام فھو انھم ھموا بقتلہ امامکر اللہ تعالیٰ بھم ھو انہ رفع عیسیٰ.... علیہ السلام و تلک ان الیھود ملک الیھود اراد قتل عیسی علیہ السلام....... فلما اراد واذٰلک امرہ جبرائیل ان یدخل بیتافیہ روزنہ دخلوا البیت اخرجہ جبرائیل من تلک الروزنہ وکان قد القیٰ شبہ علی غیرہ فاخذ وصلب (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۷۲، ۷۳

(۲)۔ التوفی اخذ الشیئ وافیا ولما علم اللہ ان من الناس من یخطر ببالہ ان اللہ رفعہ اللہ ھو روحہ لاجسدہ ذکر ھذا الکلام لیدل علیٰ انہ علیہ الصلواہ و السلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ و بجسدہ ویدل علیٰ صحۃ ھذا التاویل قولہ تعالیٰ (وما یضرونک من شیئ) (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۷۵)

(۳)۔ قال الحسن ابن الفضل وکھلا یعنی ویکلم الناس کھلا بعد نزولہ من السماء وھذا نص علیٰ انہ سینزل من السماء الی الارض (خازن ج ۱ ص ۲۳۵)

ان تصریحات کے بعد مضمون نگار کے اس غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے کہ یہ عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے نہیں ہے۔ مضمون نگار کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی بعینہٖ یہی بات لکھی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"اول یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صد ہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہوگیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۱ جلد ۱)

نکتہ نمبر ۲: آنحضرت ﷺ نے ایک صد سے متجاوز احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس کی تفصیل حضرت محمد انور شاہ کشمیری کے حکم پر لکھی گئی کتاب "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اس میں ۱۰۱ حدیثیں جمع کی گئیں ہیں اس کے باوجود یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام نے اس عقیدہ پر زور نہیں دیا کمال لاعلمی کی دلیل ہے۔

نکتہ نمبر ۳، ۴: قرآن و حدیث کی تصریحات کو متشابہات کہنا محض سینہ زوری ہے۔ فاضل مضمون نگار کیا اس نکتہ کی شرح فرما کر امت مسلمہ کو ممنون فرمائیں گے۔ آیات قرآنی کی تفسیر میں مذکورہ حوالے قطعاً یہ نہیں بتاتے کہ اس عقیدہ کی حامل نصوص کا معاملہ آیات متشابہات والا ہے۔ ھاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ نیز یہ ارشاد فرمائیں کہ مذکورہ آیات کی تفاسیر میں کون سے احتمالات نکلتے ہیں اور کس طرح نکلتے ہیں اور ان احتمالات پر کتنے مفسر، محدث، متکلم آپ کے ساتھ ہیں؟

نکتہ نمبر ۵: ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ کو ایک بھی محدث، مفسر وفات عیسیٰ کا قائل نہیں ملے گا۔ لے دے کے ایک سرسید ملا ہے۔ سرسید کی قومی خدمات سے قطع نظر وہ مذہبی لحاظ سے کس شمار و قطار میں ہیں۔ سرسید تو فرشتوں اور

جنون کے وجود کا انکار کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات کا انکار کرتے تھے۔ اسی طرح مفتی محمد عبدہ اور شلتوت وغیرہ مصری علماء قابل اعتبار نہیں ہیں۔ یہ مصری علماء بھی سرسید کی طرح مفسر تھے نہ محدث اور نہ ہی متکلم۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر سلف و خلف، اکابر و اصاغر کا اجماع ہے۔

حیاۃ المسیح بجسمہ الی الیوم و نزلہ من السماء بجسمہ العنصریّ ممّا اجمع علیہ الامۃ و توا تربہ الاحادیث (البحر المحیط ج۲ ص ۴۷۳)

نکتہ نمبر۶،۷: یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ ہمارا مرزائیوں سے حیات عیسیٰ پر کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جناب محترم ہمارا مرزائیوں سے تین بنیادی مسائل پر جھگڑا ہے

۱۔ مرزا قادیانی کا صدق و کذب ۲۔ حیات عیسی علیہ السلام ۳۔ مسئلہ ختم نبوت

مرزائی قرآن و حدیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول سے مرزا قادیانی کی آمد مراد لیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دو چادروں سے مراد مرزا کی دو بیماریاں لیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر چڑھنے اور سری نگر کشمیر میں ان کے فوت ہونے کے قائل ہیں۔ اس انتہاء کے بعد لکھنا کہ اس موضوع پر ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ قرآن و حدیث سے بہت بڑی زیادتی ہے۔ اور اس مسلمہ عقیدہ کے انکار کی گنجائش نکالنا قرآن و حدیث کے انکار کی دعوت دینا ہے۔

تحریر کا پس منظر:

غیب کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور وہی انسانی نیتوں کا جاننے والا ہے۔ لیکن بادی النظر میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مضمون نگار سید قطب شہید اور سید مودودی سے متاثر ہیں اور ان دونوں حضرات نے مضمون نگار کی طرح قرآن مجید سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ثبوت کا انکار کیا ہے۔ اور یہ عقیدہ صرف احادیث کی رو سے مانا ہے۔ مضمون نگار تو ان سے ایک قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔ کہ وہ احادیث کی رو سے بھی اس عقیدہ کی اہمیت ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

حرف آخر:

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ارباب بست و کشاد سے درخواست ہے کہ وہ اس پیراگراف کو اپنی نصابی کتاب سے خارج کر کے اسلامی حمیت کا ثبوت دیں۔ اور امید ہے کہ فاضل مضمون نگار بھی اس مسئلہ میں انانیت کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ اس دردمندانہ تحریر کو پڑھ کر اپنی غلطی کی اصلاح کر لیں گے۔ کیونکہ ہمارا مقصد کسی کی عزت نفس کو مجروح کرنا، طنز کے تیر برسانا نہیں بلکہ ایک انتہائی غلط بات کی اصلاح کرنا ہے۔

واللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ

فدیہ و قضا

من کان منکم مریضاً او علیٰ سفرفعدۃ من ایام اخر

قضاشدہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی اور سجدۂ تلاوت کی تلافی کی صورتیں

اللہ تعالیٰ نے ہزاروں اقسام کی نعمتوں سے اس دنیا کو آراستہ کرنے کے بعد جو انسان کو اس میں بھیجا تو وہ بلامقصد نہیں ہے بلکہ خود اس کا مقصد بیان کر دیا کہ ماخلقت الجن والانس الالیعبدون، ہم نے جنوں اور انسانوں کی صرف عبادت کے لئے پیدا کیا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے مدت متعین کر دی جس کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں کہ اس کو کتنی مدت ملی ہے یعنی اس کی کتنی عمر ہے جس میں اسے یہ فرائض سرانجام دینے ہیں اور جب وہ اپنی عمر پوری کر کے اس دار فانی سے جائے گا تو اس سے یقیناً سوال ہوگا کہ ہم نے تمہیں اتنی عمر دی تھی تم نے اس میں کون کون سی عبادت سرانجام دی۔

اس لئے ہر شخص کے ذمہ یہ لازم ہے کہ اس پر جتنی نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ، قربانی، فطرہ، سجدۂ تلاوت اور انسانی قرض وغیرہ عبادات فرض ہیں ان سب کو اپنی زندگی میں پورا کرے تاکہ آخرت کے سوال جواب اور عذاب سے بچ سکے۔

اگر اب تک ان کی ادائیگی نہیں کی تو فوراً ان کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہو اور جو ادا ہو سکتی ہیں ان کو ادا کرے اور اس میں تاخیر کی اللہ سے معافی مانگے اور جو قضا ہو گئی ہیں ان کی بھی قضا کرے اور ان میں تاخیر کرنے کی اللہ سے معافی کا خواستگار ہو۔

عبادات کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ عبادات جن کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں، زندگی میں جب بھی انسان ان کو ادا کرے وہ ادا ہی ہوں گی۔ جیسے زکوٰۃ، سجدہ تلاوت، انسانی قرض اور حج، یہ تو جب بھی ادا کریں گے قضا نہیں بلکہ ادا ہی شمار ہوں گے۔ مثلاً اگر دس سال سے صاحب نصاب ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور ادا نہیں کی تو اگر آج دس سال کی اکٹھی ادا کرتا ہے تو وہ ادا ہی شمار ہوگی، اسی طرح اگر حج فرض ہوئے دس سال ہو چکے ہیں یا پچاس سجدۂ تلاوت واجب ہیں یا دس سال سے کسی کی رقم قرض لی ہوئی ہے اب تک نہیں دی اور آج ان کی ادائیگی کرتا ہے تو یہ قضا نہیں بلکہ ادا ہی شمار ہوں گی۔

دوسری قسم ان عبادات کی ہے جن کے لئے اللہ نے ایک وقت مقرر کیا ہے اس وقت کے اندر اندر ان کو ادا کرنا ہے اگر وہ وقت گزر جائے گا تو وہ ادا نہیں، قضا شمار ہونگی جیسے نماز، روزے اور قربانی ہے، کہ اگر ان کو اپنے

وقت پر ادا نہ کیا تو انسان کے ذمہ قضا رہیں گی تاوقتیکہ ان کی ادائیگی نہ کرلے، فرض کی قضا فرض اور واجب کی قضا واجب ہوتی ہے، اگر گزشتہ کئی سالوں سے قربانی نہیں کی ہے تو اس سال ایام قربانی میں ان کی قضا ہوسکتی ہے اور اگر ایام قربانی میں بھی نہ کی تو دوسرے وقت میں ایک متوسط بکری فی حصہ سے اس کی ادائیگی ہوسکتی ہے اگر خود صدقہ کردیں یا کسی سے کرادیں۔

پھر ان عبادات کی دو قسمیں ہیں، عبادات بدنیہ اور یہ وہ ہیں جن کی ادا یا قضاء انسان کو خود کرنی پڑتی ہے جب تک اس کا جسم موجود ہے کوئی دوسرا اس کی ادا یا قضاء نہیں کرسکتا، جیسے نماز، روزہ، اور سجدۂ تلاوت۔ دوسرے کے ادا کرنے سے ادا ہی نہ ہوں گے نہ زندگی میں اور نہ بعد میں۔ اگر اپنی زندگی میں ان کی ادائیگی نہیں کی اور اب قضا کرنے کی طاقت بھی نہیں ہے تو وصیت کرنا واجب ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال سے میری نمازیں، روزوں اور سجدۂ تلاوت کا فدیہ ادا کیا جائے۔ پھر ترکہ تقسیم ہو، اپنی زندگی میں فدیہ بھی نہیں دے سکتا صرف قضاء ہی کرنی پڑے گی، اگر وصیت نہ کی تو دینا واجب تو نہ ہوگا مگر ترکہ تقسیم کرکے کوئی بالغ اپنے حصہ سے خود ادا کردے یا کرادے تو فدیہ ہوسکتا ہے۔

دوسری قسم عبادات مالی کی ہے، زکوٰۃ، فطرہ اور قربانی زندگی میں بھی اور فوت ہونے کے بعد بھی۔ دوسرے کے دلوانے سے ادا ہوسکتا ہے۔ البتہ حج بدنی اور مالی عبادتوں کا مجموعہ ہے جو ہر انسان پر اس کی پوری زندگی میں ایک مرتبہ کرنا اگر وہ اس کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو فرض ہے۔ اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو دوسرے سے ادا نہیں کراسکتا۔ جب تک صحت اور طاقت ہو خود ہی ادا کرنا پڑتا ہے، البتہ اگر عذر شرعی ہو تو دوسرے شخص سے حج بدل کراسکتا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر مرنے سے قبل اللہ نے صحت عطا فرمادی اور عذر نہ رہا تو خود ادا کرنا ہوگا اور یہ دوسرے کا ادا کردہ حج بدل نفلی ہوجائے گا۔ اور اگر صحت ہونے پر بھی خود ادا نہ کیا یا بیماری کی وجہ سے نہ جاسکا تو اس پر وصیت کرنا واجب ہے کہ بعد وفات ترکہ میں سے پہلے میرا حج بدل کرایا جائے پھر ترکہ تقسیم کریں اور حج بدل کے لئے اکیس شرطیں ہیں جو علماء سے معلوم کی جاسکتی ہیں، ایسے ہی ہر کسی کو حج بدل میں نہیں بھیجنا چاہیے، جب تک ان شرائط کا لحاظ رکھ کر حج بدل نہیں کیا جائے گا حج بدل نہیں ہوگا۔

نماز

تمام عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے، مرنے کے بعد سب سے پہلے اسی کے بارے میں سوال ہوگا، جیسا کہ حضرت شیخ سعدی نے فرمایا:

روز محشر کہ جاں گداز بود
اوّلین پرسش نماز بود

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نماز انسان پر ہر حالت میں فرض ہے حتی کہ بیماری کی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوتی اور حکم ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے، یہ بھی ممکن نہ ہو تو کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کی طرف منہ کرکے یا پاؤں قبلہ کی طرف کرکے اور سر کے نیچے تکیہ لگا کر سر اونچا کر لیا جائے چاہے گھٹنے کھڑے کرکے یا پاؤں پھیلالے اور نماز پڑھے، اس کی نماز ادا ہی ہوگی، اگر اس کی بھی طاقت نہ

ہو تو پھر قضاء کے لئے رہنے دے
اس کے بعد پھر جتنی صحت ہوجائے اگر کھڑے ہو کر پڑھنے کی ہے تو کھڑے ہو کر ورنہ بیٹھ کر یا لیٹ کر اپنی وقتی نمازوں کے ساتھ ساتھ ان قضا شدہ کی بھی ادائیگی کی جائے گی، اگر طاقت آجانے کے بعد بھی نہ پڑھیں تو ان کی قضا رہ گئی بعد میں ان کا فدیہ ہوگا اور اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔
اسی طرح اگر کوئی آدمی بے ہوش ہوگیا اور اس کو چھے نمازوں کا وقت گذرنے سے پہلے ہوش آگیا تو یہ نمازیں قضا فرض ہیں بعد میں فدیہ دیا جائے اور اگر زیادہ عرصہ میں ہوش آیا تو نہ قضا ہے نہ فدیہ، فدیہ ایک دن میں چھے نمازوں کا دیا جاتا ہے، پانچ فرض اور ایک وتر، فی نماز پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت جیسا آگے تفصیل سے آرہا ہے۔
اس لئے ہر مسلمان کو اس کا فکر لازم ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کی پوچھ گچھ ہوگی تو ہم حساب سے کیسے بچ سکیں گے۔

روزہ

روزہ بھی ایک ایسی عبادت ہے جس کی ادائیگی ہر شخص کے ذمہ خود واجب ہے کہ کوئی دوسرا کسی کی طرف سے نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی روزہ کے بدلے فدیہ دیا جاسکتا ہے، البتہ اگر بغیر بیماری کے محض بڑھاپے کی وجہ سے اس قدر کمزوری ہے کہ روزہ رکھنے پر جان کا اندیشہ یا سخت مرض لاحق ہونے کا خدشہ ہے اور تجربہ سے یہ محسوس کرلیا ہے یا کسی متقی معالج نے بتایا ہے کہ روزہ رکھنے سے جان کی ہلاکت ہے تب ہر روزہ کے بدلے ایک غریب کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلانا، اور اگر دینا ہو تو پونے دو کلو گندم فی روزہ یا اس کی قیمت فدیہ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے، مگر یہ روزہ رکھ سکنے والے کے لئے نہیں ہے، نہ اس سے اس کا روزہ ادا ہوگا۔
بیماری میں چونکہ آج کل متقی معالج کا میسر آنا تقریباً ناممکن سا ہے اس لئے روزہ رکھ کر تجربہ کریں۔ اگر جان ضائع ہونے یا شدید ترین مرض کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو آگے چھوڑ کر قضاء کریں اور جب تک رکھنے کے قابل نہ ہوں نہ رکھیں۔ اگر اسی مرض میں موت آگئی اور صحت حاصل ہو کر قضاء کرنے کی مہلت نہ ملی تو قضاء ہے اور نہ فدیہ، بلکہ معاف ہیں، اور اگر اتنی طاقت حاصل ہوگئی تھی کہ روزہ رکھ سکے پھر بھی نہ رکھے تو ان کی قضاء واجب ہے، اگر قضا نہ کی گئی تو بعد وفات فدیہ واجب ہے اس کی وصیت کرنا بھی واجب ہے اس کا فدیہ بھی ایک آدمی کا پیٹ بھر کر دو وقت کھانا کھلانا یا پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت فی روزہ فدیہ دیں۔
یہ فدیہ تو خدائی قرض کی ادائیگی ہے اور قصداً وقت کو ٹالنے کا گناہ عظیم الگ ہوگا جو بغیر توبہ صحیحہ کے معاف نہ ہوگا، خود زندگی بھر اور مرنے کے قریب توبہ بھی کریں تو بے وقت ادائیگی کا گناہ ہی معاف ہوگا فدیہ نہیں۔
اس لئے اپنی زندگی ہی میں سب قضاء ادا کرلیں، اس کی ادائیگی کے آسان طریقے پیش ہیں، ضروری پابندی سے تمام قضائیں پوری کرلی جائیں، مبادا ایسا نہ ہو کہ قضائیں رہ جائیں اور زندگی ختم ہوجائے، اس لئے سخت اہتمام کی ضرورت ہے۔

دولت مندوں اور طاقت والوں کا نماز، روزہ اور سجدہ ہائے تلاوت کو قصداً اس نیت سے چھوڑنا کہ بعد میں فدیہ دلادیں گے سخت ترین گناہ ہے، کیا اس بات کا یقین ہوسکتا ہے کہ دینے والے زندہ رہیں گے یا نہیں پھر دیں گے بھی یا نہیں۔

آج کل بعض علاقوں میں اسقاط کا رواج ہے (اسقاط کس کو کہتے ہیں اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) جس کے کرنے میں بہت سے گناہ لازم آتے ہیں، مثلاً اگر مرنے والے نے وصیت نہیں کی کہ اس کے ذمہ اتنی نمازیں اور اتنے روزے ہیں جن کا فدیہ دیا جائے تو پھر بغیر اجازت وارثین اس مال متروکہ میں سے قبل از تقسیم اسقاط کے ذریعہ فدیہ دینا ان وارثین کے مال میں ڈاکہ ڈالنا ہے، اس لئے کہ مرتے ہی تمام مال وارثین کا ہوچکا ہے اور بلا اجازت ان کے مال میں تصرف حرام ہے، اس مال کو لینے والے اور اسقاط کا عمل کرنے والے سب گنہگار ہوں گے۔

اور اگر میت نے وصیت کردی تھی کہ مثلاً سو نمازوں اور اس قدر روزوں کا فدیہ دیا جائے تو اب اس کا نہ دینا میت کے مال میں ڈاکہ ڈالنا ہے اور گناہ عظیم ہے۔ پہلے ترکہ کے ثلث حصہ میں سے فدیہ دیا جائے پھر ترکہ تقسیم کریں۔

اسقاط اسی قسم کی بہت سی خرابیوں کا باعث ہوتا ہے، اس رسم کے ذریعہ دولت مندوں کو چھوٹ دینا ہے کہ وہ جو چاہے کریں جو چاہے نہ کریں، اسقاط کے ذریعہ سب ساقط ہوجائے گا۔

فقہاء نے مجبوری کے وقت میں اس کی کچھ مخصوص صورتیں ذکر کی ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اور کچھ تفصیل علامہ شامی نے عربی رسالہ میں اور مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے ایک اردو رسالہ میں تحریر کی ہے، جن کا مروجہ اسقاط سے کوئی تعلق نہیں۔

غرض ہر انسان کو اپنی زندگی میں قضاء شدہ تمام نمازوں، تمام روزوں اور تمام سجدہ ہائے تلاوت کو شمار کرکے زندگی بھر کا حساب لگا کر ادائیگی کی کوشش شروع کردینی چاہیے، کل کا حساب لگا کر اپنے پاس رکھ لیں اور جتنی جتنی ادا ہوتی جائیں ان کو وضع کردیں باقی کی وصیت لکھ کر رکھ دیں کہ میرے ذمہ اتنی نمازیں، اتنے روزے وغیرہ عبادات ہیں تاکہ وارثین اوّل ترکہ کے ثلث میں سے ان کا فدیہ ادا کریں پھر تقسیم کریں، اس لئے کہ بغیر فدیہ ادا کیئے تقسیم کرنا خدائی حق میں ڈاکہ ڈالنا ہے

بلکہ وارثوں کو تو یہ چاہیے کہ اگر وصیت نہ کی ہو تو بھی بعد تقسیم اپنے حصہ سے یا خود اپنے مال سے فدیہ ادا کرکے میت کے عذاب میں تخفیف کرائیں تاکہ اس کا حق ادا ہو، قضاؤں کے آسان طریقے پیش ہیں تاکہ اپنی زندگی ہی میں قضا کرلی جائیں بعد میں نہ معلوم کوئی فدیہ دے، نہ دے

قضاؤں کے آسان طریقے

جب کسی نماز کی قضاء کرنی ہو تو اس کی نیت میں مہینہ، دن تاریخ اور وقت سب کا نام لینا ضروری ہے اس کے بغیر اس کی ادائیگی شمار نہیں ہوگی، لیکن جن کی بہت سی یا سب نمازیں قضاء ہیں تو سب کی تاریخ اور دن یاد رکھنا مشکل ہے، اور اس کی نیت بھی مشکل، اس لئے اس کی ادائیگی کے لئے حسب ذیل طریقے پر نیت کرے تو ان شاء اللہ ادا ہوجائے گی۔

قضاء عمری ادا کرنے کا طریقہ

یہ نیت کرے کہ فجر کی جتنی نمازیں مجھ سے قضا رہ گئی ہیں ان میں سے پہلی ادا کرتا ہوں جب یہ ادا ہو جائے تو اگلی نماز پہلی بن جائی گی، پھر اس کی ادائیگی بھی اسی طرح ہو گی اور اس کے بعد اس سے اگلی اسی طرح سب وقت، دن تاریخ کے اعتبار سے ادا ہو جائیں گی۔ اسی طرح ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور وتروں کی ادائیگی میں نیت کی جائے۔

قضاء نمازوں کی ادائیگی کا وقت

قضاء نماز سوائے تین اوقات طلوع شمس، عین زوال اور عین غروب کے سب وقتوں میں جائز ہے۔ ترتیب بے ترتیب سب ادا ہو سکتی ہے۔ (جس کی پوری زندگی میں صرف پانچ نمازیں یا اس سے کم قضاء ہوئی ہوں تو اس کے لئے ترتیب ضروری ہے کہ پہلے فجر پھر ظہر اور پھر عصر ادا کرے، قضاء عمری والے کے لئے نہیں) نیز قضاء نماز فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ مگر خفیہ ہو کہ اوروں کو قضاء کا علم نہ ہو اس لئے کہ قضاء کرنا گناہ تھی اور گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے۔ نماز فجر اور عصر کے بعد ادا کرنے سے اظہار گناہ ہے اس لئے کہ ان دو وقتوں میں نفل مکروہ ہے۔ ہر شخص سمجھ جائے گا کہ قضاء پڑھ رہا ہے اس لئے خفیہ پڑھے، جبکہ مغرب اور عشاء کے بعد یہ بات نہیں ہے۔

ادائیگی کی آسان تدبیر

ایک دن میں بہت سی نمازیں پڑھنا مشکل ہے تو اس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ ایک ایک دن کی قضاء رکعتوں کی کل تعداد بیس ہوتی ہے کہ کیونکہ سنتوں کی قضاء فرض نہیں گو واجب کی قضاء واجب اور سنتوں کی قضاء سنت ہے۔ فجر کی دو ظہر، کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین عشاء کی چار اور تین وتر کل بیس رکعت ہیں جن کی ادائیگی کے لئے متوسط طریقہ پر کل بیس منٹ درکار ہیں جو چوبیس گھنٹے کا گویا صرف بہتروان حصہ ہے۔ اس لئے اگر صبح سے دوپہر تک یا عشاء کے بعد سے صبح تک کسی وقت بھی یہ بیس منٹ صرف کر لیں تو سب نمازیں ادا ہو جائیں۔

دوسری ترکیب

دوسری ترکیب یہ ہے کہ ہر نماز سے قبل یا بعد میں جو وقت مکروہ نہ ہو ایک قضاء پڑھ لیں، سب آسانی سے ادا ہوئیں گی۔

تیسری ترکیب

تیسری ترکیب یہ ہے کہ ان بیس رکعات کی تین قسطیں کر لیں، فجر اور ظہر کی چھ رکعت بعد ظہر اور عصر، مغرب کی سات بعد مغرب اور عشاء و وتر کی سات بعد عشاء کل بیس ہو گئیں اور ہر نماز کے بعد صرف سات سات منٹ زائد صرف ہوئے۔ خوب سوچ لیجیے کہ ایسے ادا کرنا آسان ہے ورنہ مرنے کے وقت کیا خبر ہم وصیت کر سکیں یا نہ کر سکیں جیسے ایکسیڈنٹ یا ہارٹ فیل وغیرہ میں بہت ہوتا ہے ورنہ عذاب سر لینا ہو گا اور اگر وصیت کر بھی دی تو کوئی دے نہ دے اور پھر سب عذابات بھگتنے پڑیں، اس لئے خود ہی ادا کر دی جائیں تو اطمینان ہے۔

قضاروزوں کی ادائیگی کا طریقہ

ایک سال کے روزے اگر قضا ہوں تو یا ۳۰ ہوں گے یا ۲۹ جتنے سالوں کے بھی ہوں احتیاطاً تیس تیس کا حسب لگا کر صرف چند دن میں یوں کر لیں کہ ہفتہ میں جو دن چھٹی کا ہو وہ تو سیر و تفریح اور کھانے پینے کا ہے البتہ جو دن کام کے ہیں ان میں فی ہفتہ ایک یا دو دن مقرر کر لیں، روزہ کی قضاء کے لئے

دن کا اکثر حصہ کام کی مشغولی میں کٹ گیا، کچھ سیر و تفریح کر کے کاٹ لیا، روزہ مفت میں ادا ہو گیا اور ایسے صرف پندرہ ہفتہ میں سال بھر کے روزوں کی قضاء ہو گئی۔

سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ

اکثر حفاظ سجدۂ تلاوت کی ادائیگی سے غافل ہیں، آیت سجدہ تلاوت کی، اور سجدہ نہیں کیا۔ اسی طرح بے شمار سجدے ان پر واجب ہو گئے ہیں اگر زندگی میں ادا نہ کیے تو بعد مرنے کے فدیہ دینا پڑے گا۔

چونکہ ان کی ادائیگی کا کوئی وقت مقرر نہیں اس لئے یہ جب بھی ادا کئے جائیں گے ادا ہی شمار ہوں گے، اس کی ادائیگی کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ غیر مکروہ وقت میں تین سجدے سجدۂ تلاوت کی نیت سے کر لیا کریں، اس سہولت سے گرفت و سزا سے بچ سکتے ہیں بلکہ فدیہ سے بھی

واجبات

وہ عبادات جن کی ادائیگی کے لئے وقت مقرر نہیں ہے اگر اپنے وقت پر ادا نہیں کی ہیں تو اب ادا کریں۔ وہ قضا نہیں بلکہ ادا ہی ہوں گے۔ البتہ وقت سے تاخیر کرنے کا گناہ ہو گا اس کے لئے توبہ کریں، جیسے صدقۂ فطر، قربانی کی کھال کی قیمت ہے، قسم ٹوٹ جانے کا کفار وغیرہ اب تک ادا نہیں کئے تو فوراً ادا کریں، یہ ادا ہی شمار ہوں گے، آگے تفصیل سے ان کی تعداد و مقدار آ رہی ہے۔

فدیوں کے طریقے اور مقداریں

سب سے بڑا فدیہ نماز کا ہے کیونکہ نمازیں ایک دن کی چھ ہیں، پانچ فرض اور وتر واجب، اور ہر نماز کا فدیہ پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت ہے۔ چھ نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس کلو گندم یا اس کی قیمت ہوئی اور مہینہ کے احتیاطاً تیس دن کے ۳۱۵ (تین سو پندرہ) کلو گویا سات من پینتیس کلو گندم بنی پھر اس کو بارہ ماہ کے لئے بارہ سے ضرب دیں۔ تو ۸۸ من ۲۰ کلو گندم ہوتے ہیں۔ یہ صرف ایک سال کی نمازوں کا فدیہ ہے۔

اب جتنے سال کی نمازیں رہ گئی ہوں ان کو اتنے سے ضرب دے کر معلوم کیجئے کہ کتنے من گندم اور کتنے لاکھ روپے بنتے ہیں۔

فرض کیجیے اگر دس سال کی نمازوں کا فدیہ گندم سے ادا کرنا ہے تو ۸۸-۲۰ ضرب ۱۰ = ۸۸۲ آٹھ سو بیاسی من گندم ہو گی۔

اگر وارث لوگ بہت نیک بھی ہوئے۔ تو یہ اتنی کثیر رقم بنتی ہے کہ ان کے لئے بھی اس کو برداشت کرنے کی کم ہی امید ہے اور شاید ہی وہ اس کو ادا کر سکیں۔ اس لئے ہر مرد اور عورت کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی قضا

نمازوں کی ادائیگی کی خود ہی فکر کریں۔ اور روزوں کا فدیہ گو اس سے کم ہوگا لیکن نمازوں کے ساتھ مل کر تو وہ بھی کثیر رقم بن جائے گی۔ خیال کیجئے اگر اس کے مطابق ترکہ نہ ہوا تو فدیہ کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

سجدہ تلاوت

بعض فقہاء، کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ایک سجدہ کا فدیہ پونے دو کلو گندم ہے اس کا حساب اور اس کی قیمت بھی لگالیں اور پھر سوچیں کہ آپ کے بعد آپ کی وصیت سے یا بغیر وصیت یہ سب کون ادا کرسکتا ہے؟ اس لئے زندگی ہی میں ان کی قضاء کرکے ان سے سبکدوش ہوجانا چاہیے۔ آخرت کے عذاب سے بچاؤ اسی صورت میں ممکن ہے۔

فدیہ وغیرہ ادا ہونے کی شرطیں

اللہ کے لئے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ سب صدقہ ہے اس کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت یا مستحب (۴) نفل

ان میں سے فرض واجب کی ادائیگی کے لئے دس شرطیں ہیں جب تک ان شرائط کا لحاظ رکھ کر ادا نہیں کریں گے، ادائیگی درست نہیں ہوگی، فرض صدقات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عشر کی ادائیگی کھیت یا باغ کی پیداوار میں سے اگر پانی بلاقیمت، بلامنت ہو، محض بارش یا زمین کی نمی سے ہو تو پیداوار کا دسواں حصہ یعنی عشر دینا فرض ہے اور اگر پانی قیمت یا منت یا دونوں سے ہو جیسے نہر، ٹیوب ویل کا، بڑے ڈول یا بیلچہ سے دیا ہو تو پیداوار کا بیسواں حصہ دینا فرض ہے۔ جو کچھ بھی پیدا ہو غذا وغیرہ میں سے (نوٹ: یہ حکم شرعی زمینوں کا ہے)

۲۔ زیور کی زکواۃ، زیور سونے چاندی اور نقد رقم میں سے چالیسواں حصہ دینا فرض ہے۔

۳۔ جانوروں کی زکواۃ، اسی طرح وہ جانور جو خودرو گھاس کھا کر پرورش پائیں اور محض اون گوشت یا دودھ کے لئے پالے جائیں اونٹ، بکری، گائیں وغیرہ تو ان میں ان کے قاعدے کے مطابق زکواۃ دینا فرض ہے جس کی تفصیل علماء کرام سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ تجارتی مال پر بھی چالیسواں حصہ زکواۃ فرض ہے۔

دوسری قسم

صدقات واجبہ کی ہے۔ جیسے فطرہ، فدیہ، کفارہ، قربانی کی کھال کی قیمت اور نذر ومنت ان پر فرض و واجب صدقات کی ادائیگی کے درست ہونے کے لئے دس شرطیں ہیں، ان کا خیال رکھ کر ادا کی جائیں گی تو ادائیگی درست ہوگی ورنہ نہیں۔

وہ دس شرطیں یہ ہیں۔

۱۔ اس کو دیں جو مسلمان ہو، صاحب نصاب نہ ہو، صاحب نصاب کی تفصیل علماء سے معلوم کریں۔

۲۔ جو سید نہ ہو، اس لئے کہ زکواۃ مال کا میل کچیل ہے، سید کو دینا اس کی اہانت ہے۔

۳۔ دینے والے کی اصل یا نسل نہ ہو (یعنی جن کی یہ اولاد ہے یا جو اس کی اولاد ہیں)

۴- واجب النفقہ نہ ہو، جیسے بھتیجا، بھتیجی جس کا باپ فوت ہو گیا ہو، اس لئے کہ اس کا نفقہ چچا کے ذمہ واجب ہے ۔اس کو زکواۃ نہیں دی جاسکتی۔

۵- دینے والے کی بیوی نہ ہو اور دینے والی کا خاوند نہ ہو۔

٦- وہ نہ ہو جو مالک نہ بن سکے جیسے مردہ کے کفن میں۔

۷- مسجد، مدرسہ، اداروں کی عمارات وسامان نہ ہو۔

۸- کسی خدمت یا کام کا عوض نہ ہو، جیسے امام، موذن، مدرس یا ملازم کی تنخواہ نہ ہو۔

۹- یہ دینا مالک بنا کر ہو عارضاً نہ ہو

۱۰- ادائیگی کے وقت اس کا خیال رہے کہ ٹکٹ، کارڈ، لفافہ، چیک، ڈرافٹ، ریل اور جہاز کے ٹکٹ وغیرہ رسیدیں ہیں مال نہیں۔ اگر یہ کسی کو زکواۃ میں دے دیئے تو زکواۃ ادا نہ ہو گی۔

(نوٹ چیک ڈرافٹ کی رقم بنک سے وصول ہوجانے پر نقد رقم بن جائیگی ادائیگی ہوجائیگی۔ناشر)

فرضیت حج

اسلام کے پانچ فرائض میں سے پانچواں فرض حج بیت اللہ ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس کو حج سے کوئی سخت بات، یا جابر حاکم، یا روکنے والا مرض نہ ہو اور اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا چاہے عیسائی ہو کر مرے (مشکواۃ صفحہ ۲۲۲) یعنی کافروں کے مثل ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حج اتنی اہم عبادت ہے کہ جان بوجھ کر بلاوجہ اس کے ترک کرنے والے سے سلب ایمان کا خطرہ ہے۔

حج بدل

جس مسلمان مرد کے پاس ایام حج میں روزمرہ اور اپنی بیوی و بچوں کے اتنے خرچ سے بچ کر جس میں اس کے بیوی بچے اس کے سفر حج سے واپسی تک اپنا گزر کر سکیں۔ اتنے پیسے ہوں کہ جن میں مکہ مکرمہ تک جانے آنے، ٹھہرنے اور کھانے کا خرچ ہوسکتا ہو، اس پر حج فرض ہے اور عورت کے پاس اس کے محرم کا خرچہ بھی ہو تو اس پر حج فرض ہے۔ اس لئے اپنے سب اعزاء کی تحقیق کیجیے کہ کس کس پر حج فرض ہوچکا تھا اور جو اس فریضہ کی ادائیگی سے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے تارک حج پر سخت وعید معلوم ہو رہی ہے۔

نیز غور کیجیئے کہ پہلے زمانہ میں جبکہ پانی، اونٹ اور گدھوں پر سواری ہوتی تھی مکہ معظمہ جانے آنے کے کل اخراجات صرف (۱۰۰) روپے میں ہوسکتے تھے۔ یقیناً ہمارے بہت سے عزیز ایسے ہوں گے جن کے پاس اتنی رقم ضروریات روزمرہ سے فاضل ہوگی، خاص عورتیں کہ جو جہیز کے زیور اور رقم کی مالک ہوتی تھیں اور پھر بھی ان لوگوں نے حج نہیں کیا تو ان پر کتنا سخت عذاب ہو رہا ہوگا۔

اپنی کم علمی یا غفلت کی وجہ سے اگر وہ اس فریضہ کو اپنی زندگی میں ادا کرنے سے قاصر رہے ہیں تو یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کی طرف سے حج بدل کرا کر انہیں اس عذاب سے نجات دلائیں۔ کیونکہ آج ہم جس عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں اور طویل وعریض کاروبار، بیش قیمت مکانات اور جائیدادوں کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ اپنے والدین ہی کی بدولت تو ہیں کہ انکی وراثت سے لاکھوں کروڑوں کے مالک بن گئے جن کی

بدولت ہم عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں، وہ آخرت میں عذاب میں مبتلاہوں کیا ہمارے خون سفید ہوگئے ہیں کہ ہمیں ایک مرتبہ بھی خیال نہیں آتا کہ اپنے ان اعزہ کو ہم کسی طرح عذاب سے نجات دلاسکتے ہیں۔ آخرت میں ہم انہیں کیا منہ دکھلائیں گے اس لئے ہمیں اپنی پہلی فرصت میں ان کی طرف سے حج بدل کرانے کا اہتمام کرناچاہیے۔ چاہے انہوں نے وصیت نہ بھی کی ہو۔

حج بدل کا طریقہ علماء سے معلوم کرلیں، اس لئے کہ اس کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کے بغیر حج بدل نہیں ہوتا۔ ابھی تو بتانے والے علماء ہیں، کہیں ایسا نہ ہو پھر کوئی بتانے والا بھی نہ رہے۔ اگر پوری رقم میسر نہیں ہورہی یا بہت ہی کم ہے تو اس کی تدبیر بھی علماء کرام سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ پہلی فرصت میں اپنے اعزہ کی طرف سے حج بدل کرانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ یہ ان کا ہم پر حق ہے۔

کفارے

بعض جملے یا بعض کام اس قسم کے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کا ارتکاب کرے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس پر کچھ جرمانہ عائد ہوتا ہے جس کو کفارہ کہتے ہیں جس کی ادائیگی فرض ہے، اگر اپنی زندگی میں ادا نہیں کیا تو اس کی وصیت کرناضروری ہے۔ اور تہائی مال سے اوّل ان کی ادائیگی کی جائے پھر ترکہ تقسیم کریں۔ اگر وصیت نہیں کی توضروری تو نہیں لیکن ورثا کو چاہیے کہ اپنے بزرگوں کی طرف سے اب ادا کردیں تاکہ وہ عذاب آخرت سے بچ سکیں۔

کفارہ قسم

اگر کسی نے خدا کی قسم کھائی تھی کہ ایسا کروں گا پھر نہیں کیا تو قسم کا کفارہ فرض ہے۔ کہ دس غریبوں کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں، اس کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھیں۔

وہ کفارہ جس کی ادائیگی سے قبل بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے

اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ تو مجھ پر ماں کے جسم کی طرح حرام ہے تو اس سے اس وقت تک صحبت حلال نہ ہوگی جب تک ساٹھ غریبوں کو بٹھا کر پیٹ بھر کر کھانا نہ کھلائیں۔

جان بوجھ کر روزہ توڑنے کا کفارہ

اگر فرض روزہ میں قصداً صحبت کرلی یا کچھ جان بوجھ کر کھاپی لیا تو روزہ ٹوٹ گیا، اس پر کفارہ واجب ہے یعنی ساٹھ روزے مسلسل رکھنے فرض ہیں، اگر بہت کمزوری یا بیماری کی وجہ سے مسلسل روزے نہ رکھ سکیں تو ساٹھ غریبوں کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں، اگر ایسا ہوگیا ہو اور وہ ادا نہ ہو تو وارثوں کو اپنے اعزہ کو عذاب سے بچانے کے لئے اب ان کی طرف سے ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانا چاہیے۔ اگر وصیت کی ہے تو ان کے مال سے ورنہ اپنے مال سے ادا کریں۔

میت کی طرف سے وارث روزہ نہیں رکھ سکتا، صرف کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہوگا۔ ان کفاروں کی ادائیگی کے لئے چونکہ کوئی وقت مقرر نہیں ہے اس لئے فوری طور پر ان کو اپنی زندگی ہی میں ادا کرنے کا اہتمام کرناچاہیے،

ادا نہ ہوسکے ہوں تو وصیت کرنی چاہیے۔

وصیت کی صورت میں تہائی ترکہ میں سے قبل تقسیم یہ کفارے ادا کئے جائیں گے اور اگر وصیت نہ کی ہو تو وارثوں کو اپنے اعزہ کو عذاب سے بچانے کے لئے اپنے پاس سے ان کفاروں کی ادائیگی کرنی چاہیے۔

قرض

قرض کی دو قسمیں ہیں، ایک خدائی قرض ہے اور ایک انسانی۔

خدائی قرض

جیسے زکوٰۃ، عشر کھیت یا باغ کا، صدقہ فطر اپنا یا نابالغ بچوں کا، قربانی اپنی طرف سے، فدیہ، کفارے، نذر و منت وغیرہ۔

انسانی قرض

کسی سے رقم ادھار لی ہو، کرایہ، مہر، امانت، وغیرہ ان سب کی ادائیگی ہر انسان کے ذمہ فرض ہے، اپنی زندگی میں ادا کیئے جائیں اور اگر وصیت کردی ہے تو مسائل کے موافق متروکہ مال سے، اگر وصیت نہیں کی ہے تو خدائی قرض کی ادائیگی واجب تو نہیں ہے البتہ اپنے پاس سے کوئی ادا کردے۔ تو عذاب سے نجات کی امید ہے اور انسانی قرض کا اگر ثبوت ہے تو ترکہ میں سے پہلے قرضہ ادا کیا جائے گا بعد میں ترکہ تقسیم ہوگا اور اگر ثبوت نہ ہو تو احتیاطاً اپنے پاس سے دینے سے بھی ادا ہوجائے گا۔

رواجی اسقاط

ایک رسم یہ پڑی ہوئی ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے اور اس کے ذمہ بہت سی نمازیں، روزے، قسم کے کفارے وغیرہ ہیں جن کا فدیہ لاکھوں روپے بنتا ہے جس کو میت کے مال سے ادا کرنا مشکل نظر آتا ہے یا کرنا نہیں یا فدیہ زیادہ ہوتا اور رقم کم ہوتی ہے تو اس صورت میں ایک رواج دیا ہے جس کا نام اسقاط رکھا ہے، اس کی یہ صورت کی جاتی ہے کہ ایک قرآن پاک لیاجاتا ہے، اس کے ساتھ کچھ نقد رقم رکھی جاتی ہے، پھر ایک حلقہ بنایا جاتا ہے اور ایک شخص اس رقم اور قرآن پاک کو لے کر یہ کہتے ہوئے کہ یہ میت کی طرف سے فدیہ ہے۔ دوسرے کو دیتا ہے وہ تیسرے کو یہ کہہ کر یہ میت کی طرف سے اور پھر تیسرا چوتھے کو، اس طرح پورے حلقے میں اس کو گھمایا جاتا ہے، اور آٹھ دس آدمیوں کا دورہ کرکے وہ رقم صدقہ کردی جاتی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ میت کی عمر بھر کی نماز، روزہ اور سب گناہوں کا فدیہ ہوگیا مگر یہ صحیح نہیں، اس سے تو یہ خطرہ ہوگیا ہے کہ ہر شخص جو چاہے گناہ کرلے اور یہ پھر تھوڑی سی رقم سے حیلہ اسقاط کرادے تو سب گناہوں سے بچ جائے گا۔ اس میں بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں اور یہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔ علامہ شامی نے اپنے عربی رسالہ اور مفتی محمد شفیع نے ایک اردو کے رسالہ میں اس کی برائیاں بیان کی ہیں۔ اس سے بچنا اشد ضروری ہے۔ فدیہ جتنا بنتا ہے پورا پورا ہی دینا چاہیے۔ علماء نے جو حیلہ اسقاط لکھا ہے جس پر اس رواجی اسقاط کو قیاس کیاجاتا ہے وہ اور چیز ہے جو اشد ضرورت میں اپنی شرطوں کا لحاظ رکھ کر کیاجاتا ہے۔

خطرہ

ہر شخص کو اس بات کا یقین تو پہلے سے ہے کہ معلوم نہیں موت کب آجائے ایک سانس آجانے کے بعد دوسرے کا یقین نہیں کہ آئے گا بھی یا نہیں، اس لئے تمام کاموں کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔

آج کل تو مشاہدہ ہو رہا ہے کہ ایک منٹ کا بھی بھروسہ نہیں۔ ہارٹ اٹیک دماغ کی رگ پھٹ جانا اور ایکسیڈنٹ کی صورت میں کثرت اموات روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ ایک منٹ کا بھی بھروسہ نہیں، اس لئے اپنی زندگی ہی میں آخرت کے عذاب سے بچاؤ کا انتظام ضروری ہے تاکہ پاک صاف دنیا سے جانا ہو، نہ معلوم بعد میں وارث کچھ کریں یا نہ کریں اور صحیح طریقہ سے کریں یا غلط طریقہ سے۔

ایصالِ ثواب

یعنی اپنی عبادات کا ثواب دوسرے کو پہنچانا شرعاً بھی درست ہے عقلاً بھی۔ ہم اپنی تنخواہ دوسرے کو دینے کو کہہ دیں تو سب درست مانتے ہیں، اگر اپنی مزدوری دوسرے کو دلادیں تو سب جائز رکھتے ہیں۔

اسی طرح نفل عبادت، نفل نمازیں، نفلی روزے، نفلی صدقہ خیرات، کسی کے نام سے وقف مالی و جانی، غرض سب عبادتوں کے لئے اللہ سے یہ عرض کرنا کہ فلاں کو اس کا ثواب دے دیں، درست ہے۔

حضور ﷺ نے ایک قربانی کر کے عرض کیا ہذہ لامتہ محمد (یہ امت محمد کے لئے ہے) یہ ایصال ثواب موجودہ آئندہ آنے والے سب لوگوں کے لئے تھا۔

اس سے موجودہ کی واجب قربانی معاف نہیں ہوئی البتہ اس کا ثواب ملتا ہے۔ اس لئے درست ہے

اسی طرح التحیات کی دعا کو فرمایا ہے کہ سب صالحین کو پہنچتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا تھا کہ کوئی ایسا ہے کہ دو رکعت مسجد قبا میں پڑھ کر کہہ دے یہ ابوہریرہ کے لئے ہیں۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ہر نفل عبادت کرنے کے بعد اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے تو وہ اس کے لئے ہو جائے گی۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے "جو نیک طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور قیامت تک جو اس پر عمل کرے گا اس کو بھی اس کا ثواب ملے گا، اور اس کے ثواب سے کمی نہ ہوگی"۔

اس سے معلوم ہوا کہ برابر پورا ثواب ملتا ہے۔ تقسیم ہو کر نہیں ملتا۔ اس لئے اپنے بزرگوں کو ہر نیک نفل عمل کا ثواب بخشا کریں تو ان کا حق ادا ہوگا۔ اور خود کو بھی اسی قدر ثواب ملے گا۔ علامہ شامی کہتے ہیں "بخل نہ کرو سب مسلمانوں کو بخشا کرو۔ اس طریقہ پر بزرگوں کا حق آسانی سے ادا ہو سکتا ہے اور اپنا بھی کام بنتا ہے۔

وقف

ہر شخص یہ چاہا کرتا ہے کہ میرے پاس آمدنی کی ایسی صورت ہو جس سے مجھے ہر وقت آمدنی ہوتی رہے، مجھے کچھ کرنا نہ پڑے۔

اس مقصد کے لئے جائیدادیں بنائی جاتی ہیں۔ کاروبار، کمپنیوں کے حصے کارخانے اور فیکٹریاں لگاتے ہیں۔ اس سب کے باوجود کسی کو ساری عمر اس کی آمدنی ملتی ہے، کسی کو کچھ عرصہ تک۔ بقیہ ص ۲۹ پر

AHMADYYA MOVEMENT BRITISH-JEWISH CONNECETION

احمدیہ مووومنٹ، انگریز، یہودی تعلقات

(قسط ۱۵)

متحدہ ہندوستان میں مذہبی جنون بڑھتا رہا۔ مذہبی پیشواؤں نے اپنے مذہبی مدمقابل حریف کے خلاف دشنام طرازمہم چلانے میں شائستگی، معقولیت شرم و حیا اور آبرو مندی کے سارے ضابطوں سے آنکھیں بند کر کے رو گردانی اختیار کر رکھی تھی۔ اس شعلہ زاء ماحول میں اکتوبر ۱۸۹۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے وائسرائے ہند لارڈ ایلجن Lord Elgin کے نام ایک عدد اور محضر نامہ ارسال کر دیا۔ جس میں اس نے حکومت برطانیہ کو اخلاقیات

کے قواعد و ضوابط تیار کرنے کا یہ مشورہ پیش کیا کہ اپنے مناظروں اور مباحثوں میں مذہبی مناظرہ باز گالم گلوچ اور دشنام طرازی کے استعمال کو کم کر دیں۔ اس عمل کے لئے دائرہ کار کا ضابطہ تیار کیا جائے۔ میرزا غلام احمد قادیانی اس اندیشے کو سمجھ گیا تھا کہ مذہبی مناظرہ بازوں نے ماحول میں جو حدت اور طپش پیدا کر دی ہے۔ نیک دل برطانوی حکومت کے لئے یہ حدت اور طپش ایک آگ کی طرح خطرے کا سبب بن کر انگریز بہادر کے خلاف سیاسی افراتفری کی قیادت کر سکتی ہے۔ مناظرہ بازوں کی یہ ذلیل خبیث اور گالم گلوچ سے بھری ہوئی تحریریں مسلمان جنونیوں کو برطانوی حکومت کے خلاف کسی بھی وقت ۱۸۵۷ء کے طوفانی انقلاب کی طرح ہتھیار اٹھا لینے کے لئے مشتعل کر سکتی ہیں۔ مرزا قادیانی کے اس محضر نامے کا مطلب یہ تھا کہ وہ دراصل اپنے سامراجی استادوں کے سامنے یہ تجویز پیش کر رہا تھا کہ سامراجی ماسٹر حضرات سیاسی سچائیوں کے اظہار کی روشنی میں مذہبی معاملات کے اندر اپنی غیر جانب دارانہ پالیسی کو اپنائیں۔ یہ مشورہ اپنے برطانوی ماسٹروں کے ساتھ عشق و محبت اور محض وفاداری بانٹنے کے لئے دیا گیا تھا۔ لیکن گوری سرکار نے مرزا قادیانی کے اس مشورے کو مسترد کر دیا اور ان کی تجویز پر کوئی عمل نہ کیا۔ (۱)

مرزا غلام احمد قادیانی نے حکومت برطانیہ کو جو توجہ دلائی تھی۔ مذکورہ توجہ کی سیاسی اہمیت پر عبدالرحیم درد قادیانی ان الفاظ سے روشنی ڈالتا ہے عوام کے اندر مذہبی اختلافات کے وہ بھڑکتے ہوئے جذبات جو برطانوی حکومت کی مخالفت پیدا کر رہے تھے۔ حکومت برطانیہ اس سیاسی بغاوت پر آمادہ سرکش جذبات کے بارے میں مشورے حاصل کرنے میں دلچسپی لے رہی تھی یہ ایک فہم و ادراک تھا جس نے انگریز حکومت ۱۸۹۷ء کے انسداد بغاوت ایکٹ پاس کرنے کی طرف راہنمائی کی۔ لیکن اپنے اجراء کے باوجود اس قانون نے ضابطے کی پابندی کرنے کی بجائے وطن میں بے مقصد و آوارہ قسم کی بے اطمینانی کو دوام بخشا۔ درحقیقت یہ قانون زیادہ سے زیادہ کچھ حاصل کرنے کے لئے سود مند نہیں تھا۔ کیونکہ ہندوستان دراصل مذہب کی ایک سرزمین ہے اور یہاں کے باشندے سیاسی مسائل کی بہ نسبت مذہبی مسائل پر بہت جلد بھڑک اٹھنے کی طرف مائل ہیں۔

۱۸۹۷ء کا انسداد بغاوت ایکٹ مذہبی جنگ و قتال کا انسداد کرنے میں ناکام رہا۔ درحقیقت جب یہ قانون پاس کیا جارہا تھا تو حکومت اس (قانون) کے مستقبل کے اہتمام کے بارے میں کوئی صحیح ادراک حاصل نہیں کر سکتی

تھی (بہ حوالہ کتاب The Life of Ahmed تصنیف عبدالرحیم درد قادیانی صفحہ ۴۳۳ طباعت لاہور)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی اس بے ہودہ فحش کلامی کے بارے میں انتہائی دلچسپ وضاحت بیان کی جس یاوہ گوئی کو وہ عیسائی مذہب اور عیسائی پادریوں کے خلاف یکساں طور پر استعمال کرتا تھا۔ مرزا قادیانی نے عیسائیت کے خلاف اپنے مخالفانہ عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لئے یہ کہ کر مخالفانہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر حملے کئے کہ یہ نازیبا۔ فحش اور ناشائستہ تحریریں مغلوب الغضب اور طیش میں آجانے والے تیز مزاج مسلمانوں کے لئے لکھی گئی ہیں تاکہ امن و امان بحال کرنے کی خدمت سرانجام دی جاسکے۔ درشت کرخت اور گندی گالیوں سے بھرپور یہ تحریریں پڑھنے کے بعد مسلمان مطمئن ہوگئے ہیں۔ ان کے انتقام لینے والے کینہ پرور مزاج میں تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو عیسائی پادریوں کی تحریروں سے ایک خطرناک صورتحال پیدا ہوجاتی ثانیاً مرزا قادیانی نے یہ بیان کیا کہ عیسائیت کے خلاف اس کی لکھی ہوئی تحریروں مسلمان ملکوں کے اندر ایک سیاسی وقعت اختیار کرلیں گی۔ اس قسم کے میرے کارناموں کی تفصیل پڑھ لینے کے بعد مسلمان ممالک برطانیہ کی مذہبی پالیسی کی تعریف کریں گے۔ مسلمانوں کے دلوں میں انگریز کی حمایت میں محبت اور الفت کے جذبات پیدا ہوں گے (بہ حوالہ کتاب تریاق القلوب ص ۳۱۷ از مرزا غلام احمد قادیانی مطبوعہ قادیانی ۱۸۹۹ء)

مسلمان یہ بھی سوچیں گے کہ انگریز بہادر مسلمانوں کی ہمدردی کی طرف راغب ہے۔ برطانوی حکومت نے اسلام کے خلاف خطرے کا کوئی بھی پہلو اختیار نہیں کر رکھا۔ مذکورہ بالا نتیجے کو ذھن میں رکھتے ہوئے مسلمان ملکوں میں استعماری پراپیگنڈے کی خاطر قادیانی لٹریچر کی ایک بہت بڑی ضخیم تعداد بھیج دی گئی۔ مرزا جی انگریزی سامراج کو یہ تجویز دینے کی جرات ہی نہیں کرسکتا تھا کہ استعمار کی وسعت اور اس کے پھیلاؤ میں عیسائی مشنریاں اصولی طور پر ایک جڑ کی طرح قائم ہیں۔ استعمار جب تک پائیدار رہے گا اس کے مشنری متعلقات اور لاحقے جوں کے توں قائم رہیں گے اس لئے کہ جب تک گورا سامراج زندہ عیسائیت کی مخالفت جاں بر نہیں ہوسکتی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے استعمار کو دعائیں دیں لیکن اس کے بچے پر لعنتیں بھیجیں۔ اور تبرے کئے۔ یعنی وہ اونٹ نگلتا رہا لیکن مچھروں کو چھانتا اور بینتا رہا۔

(بہ حوالہ کتاب His. Holiness از Phosmix صفحہ ۶۸) مرزا غلام احمد قادیانی کی دشنام طراز تحریروں اور ذلت آمیز پیش گوئیوں کے جواب میں مسلمان علماء اور پڑھے لکھے طبقے نے یہ منصوبہ تیار کیا کہ قادیانی ٹیکسال میں ڈھلے ہوئے سکے خود مرزا جی ہی کو لوٹا دیئے جائیں (جعفر ٹلی کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کی شکایت بہ حوالہ گورنمنٹ آف دی پنجاب ہوم ڈیپارٹمنٹ پروسیڈنگ فائل نمبر ۲۹ مطابق ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء انڈیا آفس لائبریری لندن)

جعفر ٹلی مرحوم اور دیگر علماء کی شاعری نے مرزا جی کو اور بھی رسوا کر دیا تاہم اس کی مزاحمت کرنے والے قادیانی حملہ آوروں نے ان مولویوں کے خلاف جو مرزا جی کی مخالفت کر رہے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو مجبور کیا کہ موصوف اس کے جواب میں قانونی تحفظ کی کوشش کریں درحقیقت قادیانی برطانوی حکومت کو ایک گوریلا معاہدے کے دام میں پھانسنا چاہتے تھے۔ کیونکہ ان کی نبوت کاذبہ کی قوت برداشت اپنے مخالفین سے لڑنے کے لئے جواب دے چکی تھی۔ وہ بغیر کسی تعاون کے اپنے مخالفین سے لڑ نہیں سکتے تھے۔ اس کا یہ عقیدہ ہی نہیں تھا کہ وہ کسی منصفانہ مقصد

کی خاطر کام کر سکے۔ وہ ہر ایسی جدوجہد سے ڈرتا تھا جو اس کی ہستی کو کمزور و ضعیف اور ناتواں بنا ڈالے وہ یہ جانتا تھا کہ اس کی نبوت کا ذبہ کسی بھی قسم کا کوئی طوفان پیدا نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی جی نے التجا اور درخواست کی خاطر برطانیہ کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی دلی خواہش یہ تھی کہ انگریز بہادر اس کی نبوت کا ذبہ کو جیجی سے کھانے والے ایک لے پالک بچے کی طرح اس کی نگرانی کرے اور اس کی پرورش کرے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ہوم ڈیپارٹمنٹ کا بیان ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اس یادداشت پر گورنر جنرل بہادر نے کونسل کی ایک میٹنگ میں کسی بھی قسم کا کوئی قدم اٹھانے کے لئے تیار نہیں تھے جس کا تعلق کتاب امہات المؤمنین سے تھا نمبر ۲۶۰۲ مؤرخہ اکتیس دسمبر ۱۸۹۸ء کمشنر لاہور ڈویژن سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ پنجاب گورنمنٹ ہوم ڈیپارٹمنٹ کی اس کارروائی سے مرزا غلام احمد قادیانی کو مطلع کر دیں (فائیل نمبر ۲۵ اکتوبر ۱۸۹۸ء بہ حوالہ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ گورنمنٹ آف پنجاب ہوم ڈیپارٹمنٹ کی کارروائی (۱۸۴-۱۷۴) فائیل نمبر ۱۳۵ اکتوبر ۱۸۹۸ء مذہبی نزاعی جنگ کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا محضر نامہ بہ حوالہ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ گورنمنٹ آف پنجاب ہوم ڈیپارٹمنٹ کارروائی ۱۸۹۸ء محضر ناموں سے متعلقہ کاغذات جو کتاب امہات المؤمنین کے بارے میں انجمن حمایت اسلام لاہور کی طرف سے پیش کئے گئے۔ امہات المؤمنین کتاب کے خلاف مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کا ایک مضمون مرزا غلام احمد قادیانی کا محضر نامہ جس میں نزاعی مذہبی مناظرہ بازوں کے بارے میں چند ایک تجاویز شامل ہیں کہ حکومت برطانیہ مذہب کے نزاعی اختلافات کو روکنے کے لئے خوشگوار طریقہ اپنائے اور ہندوستانی حکومت کے نام قانون شکنی کے سدِّباب کی خاطر مشورے بہ حوالہ انڈیا آفس لائبریری لندن)

بقیہ از ص ۲۶

اسی طرح آخرت کے لئے بھی ایسے کاموں کی ضرورت ہے کہ ہم کچھ کریں نہ کریں ان کا ثواب ہمیں ہمیشہ ملتا رہے۔ اس کے لئے باقیات صالحات اعمال کی ضرورت ہے یعنی ایسے کاموں کی ضرورت ہے کہ جن کا ثواب مرنے سے پہلے بھی اور مرنے کے بعد ملتا رہے۔ خصوصاً آخرت میں کہ جو دار العمل نہیں ہے۔

چنانچہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کو یا اس کے والدین اور اعزہ کو یہ ثواب ہمیشہ ملے تو اس کے لئے ایسے اوقاف قائم کرنے چاہیں جن کا ثواب اس کو ہمیشہ ملتا رہے۔ اوقاف میں سب سے اہم وقف تو مسجد کا بنانا ہے، جب تک مسجد قائم رہے گی، جتنے لوگ نمازیں پڑھیں گے، بنانے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔ چاہے وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو۔ اسی طرح قبرستان، خانقاہیں اور دینی مدارس کا قیام ہے کہ جن سے ایسے علماء پیدا ہوتے ہیں جو ہزاروں لاکھوں کا دین درست کرتے ہیں، ان کے اس عمل کا ثواب اس بنانیوالے کو بھی ملتا رہے گا، اس لئے جو بھی جائیداد کسی دینی کام کے لئے وقف کی جائیگی اس کا ثواب ہمیشہ ملتا رہے گا، ہر شخص کو اپنی حیثیت کے مطابق جہاں تک ہو یہ سلسلہ قائم کرنا چاہیے تاکہ اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے ثواب کا سامان ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

محمود احمد (کراچی)

قادیانی مربی کے مطالبہ پر۔ حق و باطل کا فیصلہ جب قادیانی بچے نے حضور علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام (نعوذ باللہ) چراغ بی بی نے بتایا

جناب محمود احمد ...... چیچاوطنی کے ایک گاؤں کے رہنے والے ہیں اور آج کل کراچی میں مزدوری کرتے ہیں۔ وہ سابق قادیانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے چند سال قبل انہوں نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا۔ وہ ایک پُرعزم اور باہمت نوجوان ہیں۔ ذیل کا واقعہ ان کی آپ بیتی ہے۔ جو قادیانیوں کے لئے درسِ عبرت بھی ہے اور دعوتِ اسلام بھی۔ (مدیر)

واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ تقریباً ۲ سال پہلے میری دکان پر ایک نوجوان آیا اور مجھے کہنے لگا کہ محمود بھائی آپکے پاس امام مہدی کے متعلق کوئی لٹریچر ہے۔ میں نے کہا کہ بھائی تمہیں کیا ضرورت پڑ گئی۔ کہنے لگا ہمارے محلے میں ایک لڑکا ہے جو قادیانی ہے۔ وہ مجھے بہت تنگ کرتا ہے۔ مہدی اور مسیح کے موضوع پر مجھ سے بحث کرتا ہے۔ میں نے کہا تم اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ۔ وہ کچھ دنوں بعد اس قادیانی لڑکے کو لے کر آگیا اس سے امام مہدی کے موضوع پر ایک لمبی نشست ہوئی مگر ہم ایک دوسرے کو قائل نہ کر سکے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے نشستیں ہوئیں لیکن لاحاصل۔ آخر کار وہ کہنے لگا: محمود صاحب نہ تم عالم ہو اور نہ میں عالم ہوں، ایسا کرتے ہیں کہ ربوہ سے ہمارے مربی صاحبان آرہے ہیں میں آپکو ان کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپکے اشکالات ہیں مجھے امید ہے کہ ہمارے مربی سے ملنے کے بعد آپکے سارے اشکالات دور ہو جائیں گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے اس کے ساتھ ایک دن طے ہو گیا اور ہم چند دوست وہاں چلے گئے۔ کسی قادیانی کے مکان کی چھت پر پروگرام تھا قادیانیوں نے کئی مسلمان نوجوانوں کو دعوت دے رکھی تھی۔ ہم وہاں پہنچے تو میں نے دیکھا کہ پندرہ بیس آدمی دریوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں دو تین آدمی مخصوص قادیانی ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے جس سے لگ رہا تھا کہ یہی آدمی ان کے مربی ہیں علیک سلیک کے بعد بات شروع ہوئی۔ مختلف لوگوں نے مختلف سوالات پوچھے اسی دوران ایک مسلمان نوجوان نے مربی سے پوچھا کہ جناب جب آپ مسلمان ہیں تو حکومت پاکستان نے آپکو کلمہ طیبہ پڑھنے سے کیوں روک رکھا ہے پھر تو کیا تھا کہ انکے مربی کی جیسے دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تو وہ فوراً بڑبڑائے کہ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ کہ کوئی کافر بھی کلمہ پڑھے تو اس کو بھی نہیں روکنا چاہیئے جس پر میں نے کہا کہ جب آپ کا کلمہ ہی اور ہے تو آپکو ہم اپنے کلمہ کے پڑھنے کی اجازت کیوں دیں۔ میں نے مرزا بشیر الدین کی ایک کتاب کا حوالہ بھی انکو دیا جس میں مرزا بشیر الدین نے لکھا کہ مرزا قادیانی غلام احمد نعوذ باللہ خود محمد رسول ﷺ ہے۔ اس لیئے میں نے ان سے کہا کہ آپکے امام کی تحریر کے مطابق آپ جب کلمہ پڑھتے ہیں تو آپکی نیت محمد عربی ﷺ کی بجائے مرزا قادیانی کی طرف ہوتی ہے جس پر انکے مربی نے قریب بیٹھے ہوئے چھ سال کے بچے کو جو کہ قادیانی تھا کہا کہ بیٹا جس نبی کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں ان کے والد کا نام بتاؤ کہنے لگا عبد اللہؓ۔ پھر اس نے کہا کہ جس نبی کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں انکی والدہ کا نام بتاؤ۔ بچے کے منہ سے اللہ پاک نے سچ کہلوا دیا اس نے کہا چراغ بی بی اس پر میں نے انکے مربی صاحبان سے کہا کہ بس اب بات ختم ہو گئی آپ نے مجھے بچے کی دلیل سے سمجھانے کی کوشش کی۔

مہدی معاویہ

ضیغم احرار شیخ حسام الدین رحمہ اللہ

مجلس احرارِ اسلام کے قائدین کی صف اوّل میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بعد ایک اہم نام آتا ہے ------- اور وہ نام ہے شیخ حسام الدینؒ۔ کشمیری خاندان سے تعلق رکھنے والے جرأت و حمیت، غیرت و خودداری کے پیکر جلیل، شیخ حسام الدینؒ یکم جون 1897ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم محلہ کی مسجد سے حاصل کی۔ اس کے بعد سکول و کالج سے تعلیمی منازل طے کرتے کرتے خالصہ کالج امرتسر پہنچے، جہاں سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ امرتسر کے باوقار اور متمول خاندان سے تعلق تھا۔ معاشی آسودگی حاصل تھی۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ عزیزالدین مرحوم یوپی کی ریاست پیاگ پور میں ایک عرصہ بطور وزیر مقرر رہے۔

شیخ صاحب نے کالج کے زمانہ سے ہی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ اپنے متعلق ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"یہ میرے زمانۂ تعلیم کی بات ہے کہ ایک طرف تو ہندوستان کے عوام میں احساس آزادی کی آگ بھڑک رہی تھی اور دوسری جانب انگریز ہندوستان پر اپنی گرفت زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حصول آزادی کی تحریک ہر مکتب خیال کے لوگوں کیلئے اپنے اندر بڑی کشش رکھتی تھی۔ خاص طور پر ملک کا نوجوان طبقہ تو ان تحریکوں کے اثرات قبول کرنے کیلئے ہمہ وقت طیار رہا کرتا تھا۔ سیاسی بیداری کے اس موسم میں بیشتر مقرروں اور گھاگ قسم کے واعظوں نے اپنی دکانیں خوب چمکا رکھی تھی۔ اس طبقہ کے بہت سے لوگ دراصل اقتدار کے ہاتھوں میں کھلونے بنے ہوئے تھے۔

مجھے سیاسی ایچ پیچ کا کچھ زیادہ شعور نہ تھا۔ تاہم حالات نے ایک ایسے اضطراب سے ضرور آشنا کر دیا تھا کہ جسے آگے چل کر نصب العین کی اساس بننا تھا" (غبار کارواں)

یہ وہ دور تھا جب انگریز کی بغاوت ہر محب وطن اور غیور نوجوان کا نعرہ تھا۔ تب فرنگی سامراج کے خلاف جذبات انگڑائیاں لے رہے تھے۔ اور نئے سرے سے صف آرائیاں ہو رہی تھیں۔ غلام قوم کے دل و دماغ میں آزادی کا صور پھونکنے کیلئے مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبید اللہ سندھی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، علامہ محمد اقبال، چودھری افضل حق اور دیگر زعمائے ملت میدان عمل میں موجود تھے۔ ان بندگان باصفا نے فرنگی اقتدار کو للکارا، قوم کے اندر روح عمل پھونک دی اور انگریز کے خلاف عام بغاوت کا ماحول پیدا کر دیا۔ ان حالات میں شیخ حسام الدین جیسے غیور و جسور نوجوان کیسے پیچھے رہ سکتے تھے۔ وہ بھی اس قافلہ آزادی میں آشامل ہوئے۔

وطن کی آزادی کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں اور مصائب و آلام برداشت کیئے جیل کی کال کوٹھریوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

شروع میں کانگریس کے ہمنوا رہے۔ تحریک خلافت میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے ہمراہ بھرپور کام کیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد جب تحریک خلافت اپنوں بیگانوں کی سازش سے ختم ہو گئی اور دوسری طرف

کانگریس کی طرف سے مسلمانوں کے متعلق امتیازی سلوک ہونے لگا تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین، چودھری افضل حق، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا ظفر علی خان، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور غازی عبدالرحمن جیسے حضرات نے مل کر 1929ء میں مجلس احرار اسلام کے نام سے ایک نئی جماعت کی بنیاد رکھی۔ مجلس احرار کا پہلا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔

شیخ صاحب نے اپنے دیگر رفقا کے ہمراہ مسلسل جدوجہد، شبانہ روز محنت سے پورے ملک میں مجلس احرار اسلام کی شاخوں کا جال پھیلا دیا۔ احرار کے پلیٹ فارم سے فرنگی ظلم و جبر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ عوام میں انقلاب کی لہر دوڑائی۔ اس موقع پر شیخ صاحب کا زور خطابت عروج پر تھا۔ خطاب کرتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے توپوں کے دہانے کھل کھل گئے ہوں۔ اکابر احرار کی پرجوش اور شعلہ بار خطابت کا نتیجہ تھا کہ انگریز کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہو گیا، احرار رضاکاروں پر تشدد، قید و بند اور ابتلاء و آزمائش کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

مجلس احرار اسلام نے جب 1939ء میں تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ چلائی تو صدر مجلس احرار اسلام ہند کی حیثیت سے پورے ملک کا طوفانی دورہ کیا، اور باغیانہ تقریروں کے جرم میں اڑھائی سال کے لئے پابند سلاسل ہو گئے۔ شورش کاشمیری مرحوم کے بقول:

ہم نے اس وقت سیاست میں قدم رکھا تھا
جب سیاست کا صلہ آہنی زنجیریں تھیں
بے گناہوں کا لہو عام تھا بازاروں میں
خونِ احرار میں ڈوبی ہوئی شمشیریں تھیں

تب آزادیٔ وطن کی خاطر جنگ کرنے والوں کے لئے، پھانسی کے پھندے تھے یا عمر قید کی سزائیں۔

مجلس احرار اسلام نے صرف آزادی کی خاطر جنگ نہیں لڑی بلکہ اسلام دشمن عناصر اور باطل فرقوں کے خلاف بھرپور مزاحمت کی۔ قادیانیت کا فتنہ کھڑا ہوا تو اس کے خلاف پوری قوت سے ٹکرلی۔ یہ فتنہ بھی انگریز کا ہی پیدا کردہ تھا تاکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی ملی وحدت کو ختم کر کے انہیں مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اپنے اقتدار کو دوام بخشا جائے۔ مگر احرار نے قادیانیت کا سد باب کیا اور انہیں اپنے فکر و عزائم میں ناکام بنایا ------۔ پاکستان بن جانے کے بعد جب مسلم لیگ کی سیکولر قیادت کی طرف سے اسلامی مملکت کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی کو بنایا گیا اور اس نے اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جگہ جگہ قادیانیت کا جال پھیلانا شروع کیا اور ارتداد کو عام کرنے کے لئے اقتدار پر قبضہ کی کوشش کی تو 1953ء میں احرار نے تحفظ ختم نبوت کیلئے زبردست تحریک چلائی۔ تب بھی شیخ صاحب مرحوم و مغفور نے اپنے بڑھاپے کے باوجود پورے ملک میں اس تحریک کو منظم کیا۔ دیگر دینی جماعتوں کو احرار کے پلیٹ فارم پر جمع کر کے تحریک کو کامیاب بنایا 1953ء کی اس تحریک میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے اور سینکڑوں گرفتار ہوئے۔ تحریک کی پوری قیادت کو گرفتار کر لیا گیا۔ جن میں شیخ حسام الدینؒ بھی شامل تھے۔ شیخ حسام الدین آل انڈیا ٹرانسپورٹ فیڈریشن کے صدر بھی رہے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے آغاز کے دنوں میں وہ فیڈریشن کے ایک وفد کے ہمراہ ہندوستان کے دورہ پر تھے۔ تحریک کے

مخالفین نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ شیخ حسام الدین ہندوستان سے تحریک کیلئے رقم لینے گئے ہیں۔ شیخ صاحب کو پتہ چلا تو فوراً دورہ مختصر کر کے واہگہ سرحد پہنچ گئے اور پولیس اہل کاروں سے کہا کہ میں گھر نہیں جانا چاہتا۔ مجھے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا جائے اور میرا سامان بھی دیکھ لیں کہ کتنے روپے لایا ہوں۔ یوں آپ خود گرفتار ہو کر جیل میں اپنے رفقاء سے جا ملے اور الزام لگانے والے اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ مجلس احرار اسلام کو تحریک تحفظ ختم نبوت کے نتیجے میں خلاف قانون قرار دیدیا گیا۔ حالات کے تھپیڑوں نے شیخ صاحب کو عوامی لیگ میں جانے پر مجبور کر دیا مگر جلد ہی واپس آ گئے۔ آغا شورش کاشمیری کی روایت ہے:۔

"شیخ حسام الدین حسین شہید سہروردی کے ساتھ عوامی لیگ میں شامل ہو گئے۔ ایک دن سہروردی صاحب نے ان سے کہا۔۔۔۔۔ شیخ صاحب! سکندر مرزا (صدر مملکت) کو مجلس احرار کے بارے میں غلط فہمی ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا ذہن صاف ہو جائے۔ لیکن آپ کی اس سے ملاقات مفید ہو گی غرض شیخ صاحب اور ماسٹر تاج الدین انصاری، سکندر مرزا سے ملاقات کیلئے گورنمنٹ ہاؤس لاہور گئے۔ سکندر مرزا، اپنے صدارتی جاہ و جلال کے ساتھ برآمد ہوا اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فروکش ہو گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان ہمراہ تھے۔ سہروردی نے مرزا سے کہا "دونوں احرار رہنما شیخ صاحب اور ماسٹر جی آئے ہیں۔

مرزا نے حقارت سے جواب دیا

احرار؟ پاکستان کے غدار ہیں۔

ماسٹر جی ٹھنڈی طبیعت کے مالک، کہنے لگے غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئے، لیکن الزام کا ثبوت ہونا چاہیئے۔

اسکندر مرزا نے اسی رعونت سے جواب دیا!

"بس میں نے کہہ دیا ہے کہ احرار غدار ہیں"

ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا، لیکن مرزا نے سرکش گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہاتھ ہی نہ دھرنے دیا۔

وہی ژاژ خائی

شیخ صاحب نے غصہ میں کروٹ لی، مرزا سے پوچھا کیا کہا آپ نے؟

میں نے؟

جی ہاں!

"احرار، پاکستان کے غدار ہیں" مرزا نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔

شیخ صاحب کہاں رکتے، گورنمنٹ ہاؤسٹ، گورنر موجود، وزیر اعلیٰ موجود، وزیر اعظم موجود، صدر مملکت کی بارگاہ! فوراً جواب دیا۔۔۔۔۔ "احرار غدار ہیں کہ نہیں، اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ لیکن تمہارا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے کہ تم غدار ابن غدار ہو،" ڈاکٹر خان نے شیخ صاحب کو آغوش میں لے لیا اور سکندر مرزا سے پشتو میں کہا" میں نے تمہیں پہلے کہا تھا کہ ان لوگوں سے شریفانہ لہجہ میں بولنا، یہ بڑے بے ڈھب کے لوگ ہیں۔ ظاہر ہے کہ بلی ایک ہی جھٹکے میں سپر انداز ہو جاتی ہے۔ یکایک اس کا لب و لہجہ بدل گیا"

شیخ صاحب سیاست کے دھنی، شعر و ادب کے دلدادہ، اور خطابت کے امام تھے۔ ان کی آواز میں گرج اور

بقیہ ص ۳۶ پر

حضرت مولانا حافظ عبدالوحید صاحب رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالوحید رحمہ اللہ ایک علمی گھرانے کے مشہور عالم دین مولانا محمد صادق کے گھر ۱۹۲۳ میں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ مرحومہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی ہمشیرہ تھیں جو کہ زہد و تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے ۶ سال کی عمر میں ہی اٹھ گیا تھا۔ اس لیے حضرت مولانا نے بچپن ہی میں اکابر علماء دین کے زیر سایہ پرورش پائی۔ چنانچہ تعلیم کا آغاز حفظ قران پاک سے کیا جس کیلیے خانقاہ گلزار رحیمی میں واقع مدرسہ فیض ہدایت میں داخل ہوئے۔ اور وہاں حضرت مولانا اشفاق احمد صاحب کی نگرانی میں حفظ کیا۔ مولانا موصوف مدرسہ کے متولی بھی تھے۔ اور حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ کے بھانجے بھی تھے۔ ختم قران کے بعد سب سے پہلی نفلوں میں سماعت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت رائے پوری نے کی۔

اس کے بعد کتب دینیہ پڑھنے کے لیے جالندھر تشریف لے گئے۔ اور خیر المدارس میں داخل ہوئے وہاں حضرت مولانا عبداللہ رحمہ اللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال جیسے اساتذہ سے شرف تلمذ نصیب ہوا۔

بعد میں سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں داخل ہوئے کچھ عرصہ بعد بیمار ہوگئے اور واپس اپنے گاؤں چلے آئے۔ تندرست ہونے کے بعد مدرسہ امینیہ (دلی) میں دوبارہ داخل ہوئے اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے حدیث پڑھنے کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خدمت میں رہ کر تصوف کے اعلیٰ مراتب طے کیے۔ اور حضرت رائے پوری کے وصال تک حضرت کی خدمت میں ہی رہے۔

اگر ہم کسی شخص کی تلاش میں نکلیں جو فضائل و خصائص، علم و تقویٰ، استقامت عمل اور اصلاح معاشرہ کیلیے ہر وقت سرگرم عمل نظر آتا ہو، جسکی حکمت و دانائی اور روحانی عظمت نے ایک دنیا کو متاثر کیا ہو، جس نے ہزاروں طلباء کو حافظ قران بنایا ہو۔ جو برصغیر میں فکر ولی اللٰہی کا بے باک ترجمان ہو، جو فقر و استقامت کی تفسیر ہو، جسکا حسن عمل مشعل راہ ہو، جسکی فکر اشاعت قرآن ہو، وہ بے شک حضرت مولانا عبدالوحید کی ہی شخصیت تھی۔

حضرت رحمہ اللہ توکل و رضا، حلم و بردباری اور عجز و انکسار کے پیکر تھے۔ فراست و بصیرت اور مہمان نوازی میں یکتا تھے۔ سیاست سے اگرچہ کنارہ کش رہے۔ لیکن ملکی سیاست پر دینی اور دنیاوی لحاظ سے نظر رکھتے۔ چنانچہ علاقہ میں جب فتنہ مرزائیت ابھرنے لگا، اسکے اثرات علاقے میں پھیلتے دیکھ کر حضرت مولانا بڑے بے چین ہوئے اور اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر رات دن اس فتنہ کو دبانے کیلیے مصروف عمل ہوگئے۔ اور یہ فتنہ مرزا غلام قادیانی کے معتمد علیہ ساتھی حکیم نورالدین کے آبائی علاقہ بھیرہ کے ارد گرد زوروں پر تھا۔

اس عاشق رسول ﷺ نے ختم نبوت کی خاطر علاقہ کے مختلف دیہاتوں میں جلسوں کا اہتمام فرمایا۔ جس میں علماء اور مناظرین کو بلا کر اس فتنہ کی خوب سرکوبی کی۔ رکھ چراگاہ میں چونکہ مرزائیوں کا زیادہ زور تھا۔ اور وہاں کے بااثر مرزائیوں کے خوف کی وجہ سے عام مسلمان اپنے علماء کی مہمان نوازی سے بھی ڈرتے تھے۔ لیکن حضرت مولانا کی قوت ایمانی کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہ بنی آپ علماء کیلیے کھانا اپنے گھر سے پکوا کر ساتھ لے جاتے اور

اسٹیشن پر کئی کئی گھنٹے انتظار فرماتے۔ علماء کے تشریف لانے پر ان کو ساتھ لیکر سید ھا مسجد میں جا کر ڈیرہ ڈال لیتے۔ رکھ چراگاہ میں کئی مناظرے بھی ہوئے جن میں مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر جیسے اکابر کو بلا کر اس فتنہ کو علاقے سے ہمیشہ ہمیشہ کیلیے ختم کر دیا۔

حضرت مولانا کی شخصیت ہر دل عزیز تھی اور ہر شخص آپ پر مکمل اعتماد کرتا۔ علاقہ میں ہونے والے تنازعات میں صلح کا سہرا آپ کے سر ہوتا۔

حضرت مولانا کا اوڑھنا بچھونا علوم دینیہ کی ترویج تھا۔ چنانچہ آپ کا تمام وقت مطالعہ اور قرآن پاک پڑھانے میں گزرتا۔ آپ بڑے شب بیدار تھے۔ فجر سے کافی پہلے بیدار ہوتے۔ اور تہجد میں تقریباً ۱۰ پارے قرآن پاک پڑھنے کا معمول تھا اشراق، چاشت اور اوّابین کے نوافل پابندی سے پڑھتے تھے۔ اس طرح تقریباً نوافل میں روزانہ ایک قرآن پاک ختم کرنے کا معمول تھا۔

صلہ رحمی اور دوسروں کی خبر گیری ان کی امتیازی شان تھی۔ عصر کی نماز کے بعد عزیز و اقارب کے گھروں میں جا کر خیریت دریافت کرتے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کے انتظام کا ایسا اہتمام فرماتے گویا کہ ان کے گھر کے افراد ہیں۔ حضرت مولانا کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا جسکا اندازہ حضرت کی وفات کے بعد آنے والے لوگوں سے ہوا۔ جب کبھی مسلمانوں کو کہیں بھی مشکل کا سامنا ہوا یا کوئی مصیبت و آفت ان پر آجاتی تو مدرسہ میں خصوصی طور پر دعاء خیر اور تلاوت قرآن پاک اور درود مسنونہ کے ورد اور ختم یٰسین کا اہتمام فرماتے۔

حضرت مولانا کا شمار موجودہ دور کے ان چیدہ چیدہ صوفیا میں ہوتا تھا جو لوگوں کی باطنی میل کچیل نکال کر روحانی ترقی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور ایک ادارہ تھے۔ دینی مسائل اور دنیاوی معاملات کے لیے آنے والے لوگوں کو مطمئن کرتے۔ حضرت مولانا کے ہاں اپنی ذات کی بالکل نفی تھی۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے وصال کے بعد ۱۹۶۲ء میں اپنے مدرسہ عربیہ قادریہ کی بنیاد رکھی تاکہ قران پاک پڑھنے کی آواز حضرت کے کانوں تک پہنچتی رہے۔

مدرسہ میں درجہ حفظ کے ساتھ ساتھ کتب کا موقوف علیہ تک بھی انتظام کیا گیا۔ جہاں سے سینکڑوں حفاظ و علماء کرام مستفید ہو کر دنیا کے مختلف کونوں میں دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ جو یقیناً حضرت کے درجات کی بلندی کا سبب بن رہے ہیں۔ اور یہ حضرت رائے پوری کے پڑوس میں بیٹھ کر ۳۵ سالہ قرآن پاک و حدیث مبارکہ کی بے لوث خدمت کا نتیجہ ہے اس طرح اللہ کے یہ ولی نصف صدی سے زائد پر محیط عزم اور ایمان پرور مجاہدہ کا سفر کر کے ۱۶ محرم الحرام ۱۴۱۸ بمطابق ۲۴ مئی ۱۹۹۷ بروز ہفتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے حاضری کا پیام آجانے پر سحری کے وقت تہجد کے لیے وضو کی تیاری میں بیٹھے ہوئے کلمۂ توحید کا ورد کرتے ہوئے سفر آخرت کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

چونکہ حضرت مولانا کا وصال اپنے آبائی گاؤں ڈھڈیاں میں ہوا جو کہ موجودہ سہولیات سے محروم رہے۔ اس لیے ریڈیو ٹی وی اور اخبارات میں اعلان نہ ہو سکا۔ اس کے باوجود آپ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اور لوگ دور دراز سے سفر کر کے نماز جنازہ میں شرکت اور آخری دیدار کے لیے پہنچنا شروع ہو گئے اور جنازہ کے لیے مدرسہ کا گراؤنڈ اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ نظر آنے لگا۔ جنازہ کی نماز سکول کے گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔

نماز جنازہ کے لیے حضرت حاجی عبدالوہاب امیر عالمی تبلیغی جماعت کا نام لیا گیا مگر انہوں نے عذر پیش کیا۔ جس پر حضرت مولاناؒ کے بڑے صاحبزادے قاری محمد مظفر صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا انہوں نے نماز جنازہ ۴-۲۰ پر پڑھائی۔ اکثر مقامات پر اطلاع بروقت نہ ملنے اور وقت کا صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی کثیر تعداد نماز جنازہ سے محروم رہ گئی۔ حضرت کی چارپائی آخری آرام گاہ کی طرف لے جائی گئی۔ اور قطب الاقطاب حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری کے پہلو میں آنسوؤں کے ایک سیل رواں کے ساتھ سپرد خاک کیے گئے۔

بلاشبہ حضرت مولانا کی موت سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔ جو کبھی پر نہ ہوگا۔ حضرت مولانا کی وفات کا صدمہ ڈھڈیاں شریف یا صرف پاکستان کے لیے ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔ جو کہ موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔

حق تعالیٰ نے حضرت مولانا عبد الوحید کو اپنی بہت سی نعمتوں اور کرامات سے نوازا تھا۔

نماز ظہر کے بعد جب غسل اور کفن کی تیاری شروع ہوئی تو گرمی کی شدت کو ٹھنڈا کرنے کیلیے بادل پورے گاؤں پر دیکھتے ہی دیکھتے چھا گیا۔ جو قبر مبارک پر مٹی ڈالنے تک آنے والے لوگوں کے لیے سایہ کا کام دیتا رہا جس طرح حضرت زندگی میں آنے والے مہمانوں کی راحت کا خیال کرتے تھے۔ آج بھی وہی منظر دیکھنے میں آیا۔

حق تعالیٰ آپ کو اپنی رضا کی خلعت سے نوازتے ہوئے کروٹ کروٹ اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے فرزند (قاری محمد مظفر جو کہ دار العلوم فیصل آباد سے فارغ التحصیل ہیں جن کے سپرد مدرسہ کا انتظام حضرت زندگی میں ہی فرما گئے تھے۔ حافظ لطیف الرحمن جو کہ مدرسہ ہذا میں ہی درجہ حفظ میں مدرس ہیں) اور جملہ احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

بقیہ از ص ۳۳

گونج تھی۔ جسے موافق سن کر شیر دل ہو جاتے اور دشمن کے ایوانوں زلزلہ برپا ہو جاتا، جہاں کہیں جلسہ میں ان کے نام کا اعلان ہوتا لوگ جوق در جوق ان کا خطاب سننے کیلئے جمع ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ برصغیر کے ان چند خطیبوں میں سے تھے جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔

آخر عمر میں بیمار رہنے لگے، دمے کا مرض تھا۔ جو جان لیوا ثابت ہوا بالآخر 21 جون 1967ء کو تحریک آزادی کا عظیم رہنما، احرار کا عظیم مدبر قائد، ماضی کی درخشندہ روایات کو اپنے سینے میں لئے اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا...... انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مجلس احرار اسلام پاکستان — پس منظر - پیش منظر

مجلس احرار اسلام کے تعارف، عزائم اور مقاصد پر مشتمل اہم پمفلٹ رکنیت سازی مہم کے موقع پر نئے احباب کو پیش کرنے کے لئے ایک خوبصورت تحفہ

قیمت =/300 روپے فی سینکڑہ

ملنے کا پتہ: دفتر مجلس احرار اسلام، بیت التعیق، 27 سلطان احمد روڈ اچھرہ، لاہور۔ فون نمبر: 7560450

کچھ بھولی بسری باتیں - قسط(۳)

اگر کوئی علاقہ سیلاب کی لپیٹ میں آجائے۔ یاخدانخواستہ کہیں آتش زدگی کا واقعہ پیش آجائے۔ توانسانی جانوں کے بعد مال متاع میں درجہ بدرجہ سب سے قیمتی اشیاء کے تحفظ کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثلاً جائداد کی دستاویزات اور ضروری کاغذات، نقدی وغیرہ۔ مستورات، زیورات اور قیمتی پارچات کو سمیٹ لیں گی۔ مرد اگر دیہاتی زمیندار ہے، تو بیلوں کی جوڑی، گائے بھینس کو سنبھالے گا۔ گندم کی بوریوں کو بچانے کی کوشش کرے گا۔ اہل علم اپنی الماریوں اور کتابوں کے لئے فکرمند ہوگا۔(۱) وغیرہ وغیرہ

جب برصغیر پاک و ہند پر انگریز کا منحوس سایہ آیا۔ تو سلطنت اور دولت تو گئی ہی تھی دین بھی جاتاہوا نظر آیا۔ کمپنی کے دور اقتدار میں مسٹر میکالے کی صدارت میں کمیٹی نے نئی تعلیمی پالیسی تیار کی۔ اس کے درج ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیئے .....جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو، مگر مذاق اور رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔"

۱۸۵۷ء کا معرکہ پیش آیا تو اگرچہ کسی منصوبہ بندی کے تحت وقوع میں نہیں آیا تھا۔ تاہم علماء حق کی ایک بڑی جماعت نے اس کا ساتھ دیا یہ سوچ کر کہ شاید اس طرح کمپنی کا راج ختم ہوجائے۔ مگر ہوا یہ کہ دلی کے شہزادے کوتاہ اندیش ثابت ہوئے۔ پنجاب کے جاگیرداروں اور سندھ کے وڈیروں نے انگریزوں سے پورا پورا تعاون کیا۔

حاشیہ (۱) غالباً ۱۹۵۱ء کی بات ہے کہ حضرت الاستاد مولانا محمد صادق صاحب بہاول پوری رحمۃ اللہ علیہ، محکمہ امور مذھبیہ بہاول پور کے دفتر میں مفتی کی مسند پر تشریف فرماتھے۔ راقم الحروف حاضر خدمت تھا۔ کسی نے (غالباً مولانا محمد صدیق ولی اللہی) نے حضرت کو خبر سنائی کہ پشاور کے فلاں کتب خانہ میں آگ لگ گئی ہے اور بیشتر کتابیں جل گئی ہیں۔ حضرت الاستاذ کے فوراً آنسو آگئے اور فرمایا کہ وہ تو بڑا عمدہ کتب خانہ تھا۔ وہاں حضرت امام محمد کی مبسوط کا قلمی نسخہ موجود تھا۔ اور بھی کئی نادر مخطوطات تھے۔ ایک عالم کی نگاہ میں کتابوں اور کتب خانوں کی جو اہمیت ہوسکتی ہے۔ حضرت الاستاذ کے آنسو اس کا اظہار کررہے تھے۔ ۱۹۷۳ء میں دریائے چناب میں زبردست سیلاب آیا تھا۔ جب اوچ شریف کے شمالی سمت بم مار کر پانی کو راستہ دیا گیا تاکہ ہیڈ پنجند بچ جائے۔ تو دریا کا پانی اوچ سے ہوتاہوا چنی گوٹھ، لیاقت پور، خان پور کی تحصیلوں کو ڈبوتاہوا رحیم یار خان اور صادق آباد تک پہنچ گیا۔ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قائم فرمودہ مدرسہ انوریہ طاہر والی، پانی کے بہاؤ میں واقع تھا۔ حضرت نے ایک بہترین کتب خانہ چھوڑا تھا جو حضرت کی یادگار تھا۔ جب سیلاب کے ایام میں راقم نے ریڈیو پر یہ خبر سنی کہ پانی طاہر والی سے گزر رہا ہے تو حضرت الاستاذ کے اتباع میں راقم کے بھی آنسو آگئے تھے کہ کتب خانہ کا ضیاع ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

بدائع فقہ کی نہایت عمدہ کتاب ہے۔ امام سرخسیؒ کی مبسوط فقہ حنفی کی شاید سب سے طویل کتاب ہے، جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے، احساس ہوا کہ وہ تو حضرت گمانویؒ کی شخصیت تھی جو ایسی ایسی کتابیں وہاں چھوڑ گئی۔ آئندہ بے گھروں کے گھر بن جائیں گے۔ آثاث البیت بھی مہیا کرلیا جائے گا، مگر مبسوط اور بدائع، فتح الباری یا عینی جیسی کتابیں کس نے مدرسہ کو دینی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کارکنانِ مدرسہ کو کہ انہوں نے کتابوں کے گٹھڑیا باندھ کر انہیں درختوں سے لٹکادیا اور یوں کتب خانہ بچالیا گیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ علماء اور عامۃ المسلمین کی مساعی بار آور نہ ہو سکیں۔
ایک مرتبہ کسی اخبار میں ایک واقعہ پڑھا تھا کہ ریلوے لائن کے نزدیک واقع ایک گھر کا ایک صغیر السن بچہ سرکتا ہوا کہیں لائن تک پہنچ گیا۔ ادھر سے گاڑی آرہی تھی۔ بچے کی ماں نے دیکھا تو بھاگ کر بچے کو بازو سے پکڑا اور اسے دور پھینک دیا۔ مگر خود ہوا کے جھٹکے سے لقمہ اجل بن گئی۔ یوں اس خاتون نے اپنی جان اپنے لخت جگر پر وار دی۔
۱۸۵۷ء کے بعد ایک طرف تو مطلب پرستوں اور خود غرض لوگوں کی وہ جماعت تھی جس کا نعرہ (Slogan) یہ تھا۔

"چلو تم ادھر کو، ہوا ہو جدھر کی"

دوسری طرف حق پرستوں کی وہ جماعت تھی جس نے اللہ کے قرآن کو سینوں سے لگایا۔ دنیوی آسائش و راحت کو خیر باد کہا۔ روکھا سوکھا کھا کر، موٹا جھوٹا پہن کر وقت گزارا۔ مگر دین اور علم دین کی حفاظت پر اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ آج کی فرصت میں ہم ایسے ہی چند بندگان خدا کا تزکرہ کرتے ہیں۔ ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ والوں نے کیونکر اسلام کی لاج رکھ لی۔

حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانوی:

لدھیانہ، پنجاب کا ایک مشہور شہر ہے۔ جس کے نامور سپوت حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی گزرے ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد مولانا مرحوم تھوڑے عرصہ کے لئے بہاول پور میں آکر مقیم ہوئے تھے۔ اس وقت مولانا کے والد مولانا محمد زکریا بھی حیات تھے۔ راقم الحروف اکثر و بیشتر حضرت کے ہاں حاضری دیا کرتا تھا۔ بعد میں مولانا یہاں سے بھارت چلے گئے تھے۔ (۲)

حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانوی، مولانا حبیب الرحمن کے پردادا تھے۔ حضرت نے تحصیل علم، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے قائم کردہ "مدرسہ رحیمیہ" میں کی تھی۔ درج ذیل واقعہ پر راقم نے کم و بیش ۳۰،۳۲ سال کتاب "رئیس الاحرار" میں پڑھا تھا۔ یہ کتاب مولانا حبیب الرحمن کے صاحب زادے مولانا عزیزالرحمن جامعی کی تصنیف ہے۔ راقم کے پاس اس وقت یہ کتاب موجود نہیں ہے۔ ایک عرصہ ہوا، ایک محترم بزرگ نے مطالعہ کے لئے لی تھی۔ ان کی غفلت سے کتاب ان سے بھی جاتی رہی۔ واقعہ یوں ہے۔
پنجاب کے گورنر نے ڈپٹی کمشنر لدھیانہ سے کہا کہ ہم مولانا عبدالقادر لدھیانوی کو ہائی کورٹ کا جج مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے اس بارے میں بات کی جائے۔ چنانچہ ڈی سی نے حضرت سے بات کی۔ حضرت نے جواب دیا کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ میں تراویح میں قرآن مجید سنا رہا ہوں۔ اسے درمیان میں نہیں چھوڑ سکتا۔ ڈی سی نے

حاشیہ (۲)۔ یہ واقعہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مولانا بہاول پور سے کیوں واپس چلے گئے تھے۔ مولانا کا تعلق بیعت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ سے تھا۔ ایک روز مولانا کو حضرت کا خط ملا کہ آپ جس حال میں بھی ہوں، فی الفور وہاں سے چلے آئیں۔ چنانچہ مولانا بہاول پور سے چلے گئے۔ بعد میں مولانا کے عقیدت مندوں کو معلوم ہوا کہ بہاول پور میں ان کے قتل کی سازش تیار ہوچکی تھی۔ مولانا مغرب کی نماز روزانہ جامع مسجد میں ادا فرماتے تھے، فارغ ہو کر گلی کوچوں سے اپنی رہائش گاہ تشریف لے جاتے تھے۔ تو ایسے وقت کہیں یہ منصوبہ عمل میں لایا جاتا۔ اب مولانا بھی اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں۔ ان کے جملہ بہی خواہان اور عقیدتمند اور مخالفین بھی۔ اللہ سب کی لغزشوں سے عفو و درگزر فرمائے۔ (آمین)

واپسی اطلاع دی۔ گورنر نے کہا اچھا کوئی بات نہیں رمضان کا مہینہ ختم ہو تو پھر بات کرنا۔ عید کے بعد ڈی سی دوبارہ آگیا۔ حضرت نے فرمایا میری طرف سے چند شرطیں ہیں:

۱) میں عدالت کے کمرے میں نہیں بیٹھوں گا۔ فصل خصومات کا کام مسجد میں سرانجام دیا کروں گا۔

۲) کسی نماز کے وقت نہ کوئی مقدمہ سنوں گا نہ فیصلہ کروں گا۔

۳) میں ہفتہ وار چھٹی اتوار کو نہیں کروں گا جمعہ کے روز کیا کروں گا۔

ڈی سی نے یہ شرطیں گورنر تک پہنچادیں۔ اس نے کہا: تمام شرطیں منظور ہیں۔ ڈی سی نے پھر حضرت سے بات کی کہ حکومت آپ کی تمام شرطیں تسلیم کرتی ہے۔ اب حضرت نے جواب دیا: میں نے شرائط اس خیال سے لگائی تھیں کہ انگریزی گورنمنٹ انہیں تسلیم نہیں کرے گی اور یوں میری جان چھوٹ جائے گی۔ اب مجھے کھل کر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ میں انگریز کی ملازمت قبول نہیں کرسکتا۔ کل کو قیامت کے میدان میں اگر مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ عبدالقادر کیا تم نے علم دین اسی لئے حاصل کیا تھا کہ انگریز کی چاکری کرے؟ تو میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ اس لئے اب میری طرف سے دوٹوک انکار ہے۔ آج کے زراندوزی اور خود غرضی کے دور میں شاید یہ سوچنا بھی مشکل ہوگا کہ ایک بندۂ خدا اپنی آخرت کو بچانے کے لئے یوں دنیوی منفعت قربان کرسکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے ان نیک بندوں کو جن کی بدولت برصغیر میں دین اور علم دین قائم رہے۔ سطور بالا میں کہیں "مدرسہ رحیمیہ" کا ذکر آیا ہے۔ یقیناً بعض قارئین اس کے نام سے متعارف ہونگے۔ مگر موقعہ محل کی مناسبت سے چند سطور یہاں اس کے بارے میں سپرد قلم کی جاتی ہیں:

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد تھے۔ آپ کا شمار وقت کے بلند ترین علماء میں ہوتا تھا اور صرف عالم ہی نہیں نہایت جلیل القدر عارف باللہ بھی تھے۔ فتاویٰ عالمگیری کی تصنیف میں جن علماء کرام نے حصہ لیا تھا۔ ان میں حضرت ممدوح بھی شامل تھے۔ حضرت دہلی میں علوم دینیہ کی ایک عظیم درس گاہ قائم فرمائی تھی۔ جو مسلسل ڈیڑھ سال تک گراں قدر خدمات انجام دیتی رہی۔ اسی کا نام بعد میں "مدرسہ رحیمیہ" بنا۔ یہیں سے شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے قابل فخر اولاد و احفاد پڑھ کر نکلے۔ مجلہ "علم و آگہی" کراچی، ۷۵ء-۱۹۷۴ء کا ایک خصوصی شمارہ "برصغیر پاک و ہند کے علمی، ادبی اور تعلیمی ادارے" کے عنوان سے نکلا تھا۔ اس میں حکیم سید محمود احمد برکاتی صاحب کا ایک مضمون "مدرسہ رحیمیہ" کے عنوان پر ہے۔ چند جملے اس کے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

"یہ مدرسہ صرف درس گاہ نہیں تھا بلکہ برصغیر کی ایک انقلابی تحریک کا مرکزی ادارہ تھا۔ اسے ایک خانقاہ کی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں کردار بنائے جاتے تھے۔ یہاں انسان ڈھالے جاتے تھے۔ اور مجاہدین کی تربیت کی جاتی تھی۔ اسے ایک اکادمی کہنا بھی بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے سربراہوں اور اساطین کے قلم اور ذہن، تحقیق و تدقیق کے میدان میں بھی گرم رفتار رہے۔ اس کی سیاسی خدمات کا باب بھی دوسرے ابواب سے کم اہم نہیں ہے۔ یہاں وقت کے مغل فرماں رواؤں نے نیاز مندانہ اور عاجزانہ حاضری دی۔ پانی پت کا تاریخی معرکہ کارزار اسی مدرسے کے ایک رکن رکین حضرت شاہ ولی اللہ کا برپا کیا ہوا تھا۔ سرحد و پنجاب کے میدانوں میں رنجیت سنگھ کی فوجوں سے جن سرفروشوں کی محاذ آرائی ہوئی۔ (سید احمد شہید بریلوی، شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے رفقاء) وہ اسی مدرسے، اور اسی

خانقاہ سے درس جہاد لے کر نکلے تھے۔ جزائر انڈمان کی کئی قبروں میں اسی دبستان فکر و عمل کے مستفیدین و متعلمین محو خواب راحت ہیں۔"

یہ ہے مختصر سوانح مدرسہ رحیمیہ کے معلمین اور متعلمین کی، آج برصغیر پاک و ہند میں جہاں بھی علم کی کوئی کرن نظر آتی ہے۔ یہ اسی شمع کی ضیاپاشیوں کے طفیل ہے۔ جو کم و بیش اڑھائی سو سال پیشتر دہلی کے مدرسہ رحیمیہ میں حضرت شاہ عبدالرحیم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے روشن کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر کے طفیل ہم گنہگاروں کو اپنے فضل و کرم سے ممنون فرمائے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم رام پوری:

درج ذیل واقعہ ہم، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں من و عن نقل کرتے ہیں:

"ایک بزرگ مولانا عبدالرحیم صاحب رام پوری (م ۱۲۴۳ھ) تھے۔ روہیل کھنڈ کے انگریز حاکم مسٹر ہاکنس نے ان کو بریلی کالج کی تدریس کے لئے ڈھائی سو روپیہ مشاہرہ کی پیش کش کی اور وعدہ کیا کہ تھوڑی مدت میں اس مشاہرہ میں اضافہ اور ترقی ہوجائے گی۔ انہوں نے عذر کیا کہ ریاست سے ان کو دس روپے ملتے ہیں۔ وہ بند ہوجائیں گے۔ ہاکنس نے کہا کہ میں تو اس وظیفہ سے پچیس گنا زیادہ پیش کرتا ہوں اس کے مقابلہ میں اس حقیر رقم کی کیا پروا ہوسکتی ہے۔

انہوں نے اس کے بعد یہ عذر کیا کہ مرے گھر میں بیری کا ایک درخت ہے۔ اس کی بیری بہت میٹھی ہے اور مجھے مرغوب ہے۔ بریلی میں وہ بیری کھانے کو نہیں ملے گی۔ ظاہر میں انگریز اب بھی ان کے دل کی بات نہیں پاسکا۔ اس نے کہا کہ رام پور سے آنے کا انتظام ہوسکتا ہے۔ آپ بریلی میں بیٹھے ہوئے بھی اپنے گھر کی بیری کھاسکتے ہیں۔

مولانا نے فرمایا کہ ایک بات یہ بھی ہے کہ میرے طالب علم جو رام پور میں درس لیتے ہیں ان کا درس بند ہوجائے گا۔ اور میں ان کی خدمت سے محروم رہ جاؤں گا۔ انگریز کی منطق نے اب بھی ہار نہیں مانی۔ اس نے کہا کہ وظائف مقرر کرتا ہوں وہ بریلی میں آپ سے اپنی تعلیم جاری رکھیں اور اپنی تکمیل کریں۔

آخر اس مسلمان عالم نے اپنی کمان کا آخری تیر چھوڑا۔ جس کا انگریز کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

فرمایا: یہ سب صحیح ہے لیکن انگریز کی نوکری میں تعلیم پر اجرت لینے کے متعلق میں قیامت میں اللہ کو کیا جواب دوں گا۔ ہندوستان کے فاتح نے اب اپنی شکست تسلیم کرلی"۔

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۴۴)

آگے بڑھنے سے پہلے رک جائیے اور دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ ہمارے اسلاف نے کیسی کیسی قابل تقلید مثالیں چھوڑی ہیں۔

امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری:

"دجالی فتنہ اور سورہ کہف" کے نام سے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کا ایک نہایت بلند پایہ مقالہ موجود ہے۔ اس مقالہ میں انہوں نے نہایت عمدہ نکات جگہ جگہ بیان کئے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کے قصہ سے بڑے ہی عجیب و غریب نکات پیدا کئے ہیں۔ اسی ضمن میں وہ فرماتے ہیں کہ جس دور میں یار لوگ "مولویوں" کو

اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہے تھے...... مثلاً ایک نامور شاعر نے کہا:

نہ سرکار میں کام پانے کے قابل
نہ دربار میں لب ہلانے کے قابل
نہ بازار میں بوجھ اٹھانے کے قابل
نہ جنگل میں ریوڑ چلانے کے قابل

شاعر کا مقصد یہ ہے کہ مولویوں کا طبقہ ایک ناکارہ گروہ ہے۔ جو نہ تو سرکاری ملازمت کے قابل ہے۔ نہ اور کسی کام کے لائق۔ حتیٰ کہ پنلے داری یا گلہ بانی کے قابل بھی نہیں ہے۔ اس دور میں جن خضر خیال بزرگوں نے اجر و مزد کے خیال سے بالکل بے نیاز ہو کر اللہ کے دین اور علم کو سینوں سے لگایا انہی کی گراں قدر مساعی کا نتیجہ ہے کہ آج اس گئے گزرے دور میں اللہ کا نام لینے والے موجود ہیں۔ اس ضمن میں علامہ گیلانی نے مثال دیتے ہوئے لکھا ہے:

''مثلاً حضرت الاستاذ مولانا انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ نے دیکھا کہ جب دیوبند میں حدیث کا درس وہ بغیر کسی تنخواہ کے برسوں سے دے رہے تھے۔ اس زمانہ میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کی صدارت ہزار روپے ماہوار تنخواہ کے ساتھ پیش ہوئی۔ لیکن یہی نہیں کہ خاموشی کے ساتھ انہوں نے اس کو مسترد کر دیا۔ بلکہ ایک زمانہ تک خود اراکین کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی۔'' (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، افادات گیلانی نمبر، صفحہ ۱۸۹، اشاعت ماہ جولائی ۱۹۵۷ء)

دور حاضر، لوٹ کھسوٹ کا دور ہے۔ انسان کے دل و دماغ کی تمام تر توانائیاں اس کے شکمی مسائل کی نذر ہو چکی ہیں۔ کسی نے چار حرف کے علم پڑھ لیئے ہیں۔ تو اس نے اپنے علم کو نیلام پر چڑھا رکھا ہے۔ اگر کسی کو دو حرف بولنا آ گیا ہے تو وہ شہباز خطابت بن کر اپنی ''تقریر دلپذیر'' کی بولی لگا رہا ہے۔ شاید آج کا نوجوان اندازہ نہ لگا سکے کہ ماضی میں علماء حق نے کیسی کیسی قربانیاں دے کر دین اور دینی اقدار کا تحفظ کیا۔ یہ داستان بڑی طویل ہے۔ بطور مشتے نمونہ از خروار، چند واقعات لکھ کر ہم قارئین سے گزارش کرتے ہیں کہ اپنی جستجو اور طلب سے علماء ہند و پاک کی تاریخ کو بھی حصہ دیں۔

فروری ۱۹۷۶ء کے ''سیارہ ڈائجسٹ'' میں جناب غلام جیلانی کا ایک مضمون ''شاہ ولی اللہ'' کے عنوان سے آیا تھا۔ اس کے اخیر میں ایک پیراگراف بڑا دلچسپ ہے۔ راقم الحروف کو کچھ ایسا یاد پڑتا ہے کہ مولانا تقی الامینی ندوی کی کسی کتاب میں بھی اس قسم کی عبارت دیکھی تھی۔ اب یہ توارد ہے یا نقل، اللہ بہتر جانتا ہے۔ البتہ اس ڈائجسٹ کے بعد بعض اخبارات میں بھی یہ پیراگراف دیکھا گیا تھا، جو یقیناً مضمون نگار کی طرف سے اصل مقالہ نگار کا نام لیئے بغیر نقل کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اہل قلم کے اس قسم کے علمی سرقوں سے درگذر فرمائے۔ اب آپ وہ جملے پڑھیئے۔

''ملت کی تاریخ میں علماء و صوفیاء کے کارنامے نہایت شاندار اور آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ باد سموم کی لپیٹ کا مقابلہ کر کے اسلام کی نشر و اشاعت اور معاشرتی صلاح و فلاح کا تسلسل

قائم رکھا ہے۔ اگر یہ علماء و صلحاء نہ ہوتے تو نہ اسلام کی صحیح تعلیم اجاگر ہوتی اور نہ اسلامی معاشرہ کے خدوخال نمایاں ہوتے۔ اس بناء پر مسلم قوم فطرتاً ان سے عقیدت و محبت رکھنے پر مجبور ہے۔ نہ حکومت کی طاقت اس کو روک سکتی ہے اور نہ کسی طبقہ کا حسد اس کو باز رکھ سکتا ہے۔

قیامت کے دن جب حفاظت دین کے متعلق باز پرس ہوگی اور اس سلسلہ میں ایثار و قربانی اور کارگزاری سننے سنانے کا وقت آئے گا۔ تو یہی بوریا نشین، حضور خدا میں سامنے آکر کہیں گے: یاربّ العالمین! جب اپنوں نے غیروں سے آشنائی کی تھی اور روح و جسم دونوں مرہون ہوگئے تھے۔ جب غیروں نے مکین و مکان پر منظم حملہ کیا تھا اور دل و دماغ دونوں مجروح ہوچکے تھے۔ جب باد سموم کے تیز و تند جھونکے نبوت کی شمع کافوری کو گل کر رہے تھے اور شمع بجھ بجھ کر جل رہی تھی تو ایسے نازک وقت میں اگر ہم سے اور کچھ نہ ہوسکا تو غیروں کی دشمنی مول لے کر ملت کی رکھوالی کی۔ اپنوں کے طعنے سن کر شمع نبوت کی حفاظت کی۔ دوسروں کی پیش کش ٹھکرا کر اجڑے آشیانے کی یاد تازہ رکھی، حتیٰ کہ اپنی تسلی کی اور سامنے سے کسی کو ساغر و مینا اٹھانے نہ دیا۔

طائفۂ حق کی یہ آن اور حفاظت دین کی یہ شان ایسی ہے کہ جس پر ملت کی تاریخ ہمیشہ فخر کرے گی اور دنیا و آخرت میں ان کے سر کو بلند رکھے گی۔"

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

کے تبلیغی و تنظیمی اسفار

۱۰ ستمبر	بہل ضلع بھکر
۱۱ ستمبر	کروڑ لعل حسین، ضلع بھکر
۱۲ ستمبر	چنی گوٹھ، ضلع رحیم یار خان
۱۳ ستمبر	اسلام پور ضلع رحیم یار خان
۱۴، ۱۵ ستمبر	(قیام) ملتان
۱۶، ۱۷ ستمبر	(قیام مدرسہ) ربوہ
۱۸ تا ۲۰ ستمبر	درس قرآن، راولپنڈی
۱۹ ستمبر	خطبہ جمعہ راولپنڈی
۲۱ تا ۲۳ ستمبر	(قیام مدرسہ) ربوہ
۲۵ تا ۲۷	چکڑالہ، تلہ گنگ
۲۶ ستمبر	خطبہ جمعہ تلہ گنگ
۲۸ تا ۳۰ ستمبر	(قیام مدرسہ) ناگڑیاں ضلع گجرات
یکم اکتوبر	شانِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس، محمدیہ ناگڑیاں ضلع گجرات
۳ اکتوبر	خطبہ جمعہ چک نمبر ۱۷ جنوبی مظفر آباد، سرگودھا

تحقیق پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی

تعدادِ آیاتِ قرآن

آیت کے لفظی معنی علامت اور نشان کے ہیں۔ چونکہ آیت پر کلام ختم ہوتا ہے۔ اس لیے اسے آیت کہتے ہیں۔ قرآن میں بھی آیت علامت اور نشان کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ "ان آیتہ ملکہ" یعنی اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی اور علامت۔ آیت کے معنی جماعت اور گروہ کے بھی آتے ہیں۔ چونکہ آیت بھی حروف کی ایک جماعت اور گروہ ہے اس رعایت سے اسے بھی آیت کہتے ہیں۔ اور آیت کے معنی عجیب کے بھی ہیں۔ چونکہ یہ عجیب چیز ہے اور معجزہ ہے تمام انسان اس جیسی بات نہیں کہہ سکتے اس لیے بھی اسے آیت کہتے ہیں۔

ابتداء میں جب قرآن کریم میں نقطے اور اعراب قائم کیے گئے تو ختم آیات پر بھی علامت کے طور پر نقطے لگائے گئے جس کو بعد میں گول دائرہ کی صورت میں اختیار کر لیا گیا۔

تعداد آیات :۔ قرآن کی آیات کی تعداد کے متعلق عصر حاضر میں تقریباً تمام ہی علماء و مشائخ، حفاظ و قرآء مقررین و واعظین اور محققین اور سکالرز ایک ہی بات پر متفق دکھائی دیتے ہیں کہ وہ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہے۔ حتیٰ کہ مذہبی و درسی اور قرآن کی معلومات پر لکھی گئی کتب و رسائل میں بھی یہی تعداد منقول ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ شیخ التفسیر علامہ سید شمس الحق افغانی لکھتے ہیں کہ شمار حضرت عائشہ کے مطابق ۶۶۶۶ ہے۔ (علوم القران تحت تعداد آیات قرآن ۱۴۳)

۲۔ ہفت روزہ خدام الدین میں۔ جمع و تدوین قرآن کریم ایک تاریخی جائزہ کے تحت آیات کی تعداد ۶۶۶۶ درج ہے۔ (خدام الدین قرآن کریم نمبر ص ۱۵۔ ۱۹ نومبر ۱۹۷۱ء

۳۔ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جسے جناب نعیم صدیقی صاحب مدیر اعزازی برائے قرآن نمبر نے بالفاظ ذیل پیش کیا ہے۔

یہ قرآن نمبر اس لحاظ سے اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے کہ اس کے لیے دو تین سال مسلسل کام کیا اور کرایا گیا ہے بے شمار کتب اور تحریروں سے استفادہ کیا گیا...... جو ملکی سرمایہ علم میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ اس میں بھی آیات کی تعداد ۶۶۶۶ ہی ہے۔

(سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد اول ص ۱۸۸)

۴۔ وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان کی تیار کردہ اسلامیات بطور واحد لازمی کتاب برائے انٹرمیڈیٹ کلاسز منظور شدہ برائے محکمہ ہائے تعلیم صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد، صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان، فیڈرل ایریا اور

آزاد کشمیر میں آیات کی تعداد چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہی مذکور ہے۔ (اسلامیات لازمی ص ۱۱۰)
۵۔ سپاہ صحابہ پاکستان کا ترجمان رسالہ ماہنامہ خلافت راشدہ میں قرآنی معلومات پر ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اس میں آیات کی تعداد ۶۶۶۶ ہی لکھی ہوئی ہے۔ خلافت راشدہ ۲۳ اپریل ۱۹۹۷ء (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں۔

علامہ دانی سے اہل فن کا اس پر اتفاق نقل کیا گیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار ہیں لیکن اس کے بعد کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اور اتنے اقوال نقل کیے ہیں ۶۲۰۴، ۶۲۱۴، ۶۲۱۹، ۶۲۲۵، ۶۲۳۶ (فضائل قرآن ص ۲۵ تحت حدیث ص ۹)

موصوف ان اقوال مختلفہ میں سے صحیح قول کی نشاندھی نہیں کرسکے۔ جس طرح علماء کرام نے قرآن کریم کے دیگر شعبوں اور پہلوؤں پر باقاعدہ کتب تصنیف کیں اس طرح آیات و کلمات، حروف و حرکات کی تعداد اور قرآنی رسم الخط پر بھی متعدد کتابیں لکھیں۔ ابو عمر الدانی نے البیان اور ابو العباس راکشی نے الدلیل فی مرسوم خط التنزیل لکھی۔ جس میں قرآن مجید کی سورتیں آیات، کلمات حروف، اعراب اور نقطوں کو بھی شمار کیا ہے۔

امام ابو عبداللہ الموصلی فرماتے ہیں۔

آیات کی تعداد میں یہ اقوال مختلف اہل مکہ، اہل شام، اہل بصرہ اور اہل کوفہ کا آیات کی تحقیق و شمار کے فرق پر مبنی ہے۔ اہل مدینہ کا ایک عدد اور شمار ابو جعفر یزید بن القعقاع اور شیبۃ بن نصاح سے مروی ہے اور دوسرا شمار اسمعیل بن جعفر انصاری کا ہے۔

اہل مکہ کا عدد عبداللہ بن کثیر کی سند سے ابن عباس سے منقول ہے جس کو وہ ابی بن کعب سے بیان کرتے ہیں اور اہل شام کا عدد بروایت اخفش بعض کبار صحابہ سے نقل کیا گیا۔ اہل بصرہ کا عدد عاصم کی روایت سے منقول ہے اور اہل کوفہ کا عدد حمزہ کی طرف منسوب ہے۔ (الاتقان جلد اول) امام قرطبی لکھتے ہیں کہ

اہل مدینہ کی اول شمار کی رو سے کل تعداد آیات چھ ہزار ہے (۶۰۰۰)

اور دوسرے شمار کے لحاظ سے چھ ہزار دو سو چار ہے (۶۲۰۴)

اہل مکہ کی تحقیق و شمار کے لحاظ سے چھ ہزار دو سو انیس ہے (۶۲۱۹)

اہل کوفہ کی تحقیق میں چھ ہزار دو سو چھتیس ہے۔ (۶۲۳۶)

اور یہ تعداد وہ ہے جسے سلیم اور کسائی حمزہ سے نقل کرتے ہیں اور حضرت علی کی جانب اسی کو منسوب کیا گیا۔

اہل شام کی تحقیق میں چھ ہزار دو سو چھبیس ہے۔ (۶۲۲۶) ابن ذکوان کا خیال ہے کہ بظاہر یحی بن الحارث الذماری جو اس عدد کے راوی ہیں انہوں نے بسم اللہ... کو ایک مستقل آیت شمار نہ کیا ہوگا۔

اہل بصرہ کی تحقیق اہل مدینہ کے دوسرے شمار کے مطابق ہے۔ ان اقوال کو نقل کر کے شیخ ابو عمر الدانی نے اہل کوفہ کی تحقیق و شمار کو ترجیح دی ہے۔ جو حضرت علی کی جانب منسوب ہے اور فرمایا اسی شمار پر قدیم

زمانہ سے مصاحف قرآنیہ کی تالیف و ترتیب ہے۔ (احکام القرآن قرطبی جلد اول ص ۴۵)

قرآن مجید کے تمام نسخوں سے بھی اہل کوفہ کے شمار ہی کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی آیات کی صحیح تعداد چھ ہزار دو سو چھتیس (۶۲۳۶) ہے اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) کا قول جو اگرچہ جمہور علماء و قرآء نے اختیار کر رکھا ہے بالکل باطل ہے۔

قرآن مجید کی آیات کی تعداد ملاحظہ فرمائیں۔

سورت نمبر	تعداد آیات	سورت نمبر	تعداد آیات	سورت نمبر	تعداد آیات	سورت نمبر	تعداد آیات
۱	۷	۲۱	۱۱۲	۴۱	۵۴	۶۱	۱۴
۲	۲۸۶	۲۲	۷۸	۴۲	۵۳	۶۲	۱۱
۳	۲۰۰	۲۳	۱۱۸	۴۳	۸۹	۶۳	۱۱
۴	۱۷۶	۲۴	۶۴	۴۴	۵۹	۶۴	۱۸
۵	۱۲۰	۲۵	۷۷	۴۵	۳۷	۶۵	۱۲
۶	۱۶۵	۲۶	۲۲۷	۴۶	۳۵	۶۶	۱۲
۷	۲۰۶	۲۷	۹۳	۴۷	۳۸	۶۷	۳۰
۸	۷۵	۲۸	۸۸	۴۸	۲۹	۶۸	۵۲
۹	۱۲۹	۲۹	۶۹	۴۹	۱۸	۶۹	۵۲
۱۰	۱۰۹	۳۰	۶۰	۵۰	۴۵	۷۰	۴۴
۱۱	۱۲۳	۳۱	۳۴	۵۱	۶۰	۷۱	۲۸
۱۲	۱۱۱	۳۲	۳۰	۵۲	۴۹	۷۲	۲۸
۱۳	۴۳	۳۳	۷۳	۵۳	۶۲	۷۳	۲۰
۱۴	۵۲	۳۴	۵۴	۵۴	۵۵	۷۴	۵۶
۱۵	۹۹	۳۵	۴۵	۵۵	۷۸	۷۵	۴۰
۱۶	۱۲۸	۳۶	۸۳	۵۶	۹۶	۷۶	۳۱
۱۷	۱۱۱	۳۷	۱۸۲	۵۷	۲۹	۷۷	۵۰
۱۸	۱۱۰	۳۸	۸۸	۵۸	۲۲	۷۸	۴۰
۱۹	۹۸	۳۹	۷۵	۵۹	۲۴	۷۹	۴۶
۲۰	۱۳۵	۴۰	۸۵	۶۰	۱۳	۸۰	۴۲

سورت نمبر	تعداد آیات	سورت نمبر	تعداد آیات	سورت نمبر	تعداد آیاب	سورت نمبر	تعداد آیات
۸۱	۲۹	۹۰	۲۰	۹۹	۸	۱۰۸	۳
۸۲	۱۹	۹۱	۱۵	۱۰۰	۱۱	۱۰۹	۶
۸۳	۳۶	۹۲	۲۱	۱۰۱	۱۱	۱۱۰	۳
۸۴	۲۵	۹۳	۱۱	۱۰۲	۸	۱۱۱	۵
۸۵	۲۲	۹۴	۸	۱۰۳	۳	۱۱۲	۴
۸۶	۱۷	۹۵	۸	۱۰۴	۹	۱۱۳	۵
۸۷	۱۹	۹۶	۱۹	۱۰۵	۵	۱۱۴	۶
۸۸	۲۶	۹۷	۵	۱۰۶	۴	کل تعداد	۶۲۳۶
۸۹	۳۰	۹۸	۸	۱۰۷	۷		

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس ناقابل تردید حقیقت کے برعکس مسلمانوں نے یہ باور کرلیا ہے کہ آیات قرآن کی تعداد ۶۶۶۶ ہے معلوم نہیں کہ اس کے پیچھے کس "ایجنسی" کا خفیہ ہاتھ کارفرما ہے۔

اس اختلاف کے حل کے لیے کسی ڈگری اور کتب کی ورق گردانی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید ہر مدرسہ۔ ہر مسجد اور ہر گھر میں موجود ہے۔ معمولی دنیاوی تعلیم رکھنے والا بھی تھوڑا سا وقت نکال کر اس عقدہ کو حل کرسکتا ہے۔ لیکن صد افسوس ہمارا مذہبی طبقہ بھی اس کی زحمت گوارہ نہیں کرتا اور اپنی تحریر و تقریر میں ایک ہی وظیفہ پڑھتا رہتا ہے کہ تعداد آیات قرآن ۶۶۶۶ ہے۔

یہ درست ہے کہ قرآن کے نقاط، حرکات و اعراب، احزاب یا منزلیں، اخماس اور اعشار، اجزاء یا پارے رکوع اور رموز اوقاف بعد میں وضع کیے گئے لیکن آیات کی تعیین خود رسالت مآب ﷺ سے ثابت ہے۔ مفسرین کرام نے یہ وضاحت کی ہے کہ آیات قرآنیہ کی ترتیب توقیفی ہے۔ اور رسول اکرم کے واسطہ سے خود رب العزت کی ہی قائم کردہ ہے جس میں کسی کے اجتہاد، رائے اور قیاس کو ادنی بھی دخل نہیں جس ذات جل و علا نے اس کے جمع کرانے کی ذمہ داری لی تھی اس نے اسے ایک خاص ترتیب سے جمع کرایا۔ یہی ترتیب توقیفی و اصولی ہے اور یہی آنحضرت کی اختیار کردہ ترتیب رسولی ہے۔

ابن الحصار کا قول ہے کہ سورتوں اور آیات کی ترتیب اور وضع اپنے اپنے مواقع میں وحی خداوندی ہی سے ہوتی تھی۔ چنانچہ آنحضرت ہر آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمادیتے تھے اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ اور فلاں آیت کے بعد رکھو۔ (الاتقان فی علوم القران جلد اول) امام احمد عثمان بن ابی العاص سے روایت کرتے ہیں۔

میں آنحضرت کے پاس بیٹھا تھا کہ ناگہاں آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نظر پھیر لی پھر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل آئے فامرنی ان اضع ھذہ آلایۃ ھذا الموضع من ھذہ السورہ اور مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو فلاں سورت میں اس موقع پر رکھوں۔ (مسند احمد) سیدنا عثمانؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر کئی کئی سورتیں نازل ہوتی رہتیں۔ پس جب آپ پر نزول ہو چکتا تو آپ کاتبین وحی کو بلا کر حکم دیتے۔ صنعوا ھولاء الایات فی السورہ اللتی یذکر فیھا کذاو کذا فاذا انزلت علیہ الایہ فیقول صنعو ہذا الایہ فی السعدہ یذکر فیھا کذاو کذا۔ کہ ان آیتوں کو اس سورت میں جس میں ایسا ایسا ذکر ہے لکھ دو اور جب آپ پر کوئی آیت اترتی تو بھی آپ فرمادیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں جس میں ان باتوں کا ذکر ہے۔ رکھ دو۔ (ترمذی جلد دوم) حضرت عمر فاروق کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت سے مسئلہ کلالہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ الاتکفیک آیہ الصیف اللتی فی آخر سورہ النساء کیا تمہیں وہ آیت کافی نہیں جو موسم گرما میں اتری تھی جو سورت نساء کے آخر میں ہے (صحیح مسلم کتاب الفرائض)

اسی طرح حضور اکرم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح اٹھتے وقت تین مرتبہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم۔ اور سورہ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لے (ثلث آیات من آخر سورہ الحشر) اللہ تعالی اس کے لیے ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرمادیتے ہیں جو شام تک اس کے لیے رحمت کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ (جامع ترمذی جلد دوم)

رسول اکرم کا ارشاد ہے "من حفظ عشر آیات من اول سورہ الکھف عصم من فتنہ الدجال" جو شخص سورت کہف کی پہلی دس آیات یاد کرلے۔ رب العزت اسے فتنہ دجال سے محفوظ رکھیں گے۔ (صحیح مسلم جلد اول) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "من قرأالایقین من آخر سورہ البقرۃ فی لیلہ کفتاہ" جو شخص ہر شب کو سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ کر سوئے تو وہ دو آیتیں اسے ساری رات کے لیے کافی ہیں۔ (سنن ابی داوٗد جلد اول)

ایک دوسرے موقع پر آنحضرت فرماتے ہیں ان سورہ من القرآن ثلاثون آیہ شفعت لرجل حتی غفرلہ وہی تبارک الذی بیدہ الملک۔ قرآن پاک میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں وہ اپنے پڑھنے والے کی سفارشیں کرے گی یہاں تک کہ وہ بخشا جائے۔ وہ سورت ملک ہے۔ (جامع ترمذی ج ۲ و سنن ابی داوٗد ج ۱)

جب رسول پاک سورتوں کی آیتوں تک کو شمار فرمارہے ہیں۔ مختلف سورتوں میں محل آیات کی نشاندہی فرمارہے ہیں سورتوں کے نام اور آیتوں کے اعداد و شمار تک پیش نظر ہیں تو پھر اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ آیتوں کے ارتباط اور سورتوں کے مرتب ہونے کا مسئلہ خود آنحضرت کے سامنے ہی طے ہو چکا تھا اور اس ترتیب کے مطابق قرآن مجید جمع ہوا۔ اور آج تک آپ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق ہی قرآن مجید شائع بھی ہوتا رہا۔ اگر آیات کو شمار کرنے کی زحمت گوارہ کرلی جاتی تو تعداد آیات کے متعلق مختلف اقوال نہ پائے جاتے۔

پیچھے گزر چکا ہے کہ آیات قرآن کی صحیح تعداد اہل کوفہ کے شمار کے مطابق چھ ہزار دو سو چھتیس (۶۲۳۶) ہے۔ اس قول کو حضرت علی کی جانب منسوب کیا گیا ہے اور شیخ ابو عمر الدانی نے اسی تحقیق و شمار کو ترجیح دی ہے۔ اور قرآن مجید کے تمام نسخے بھی اس قول کی تائید کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ علماء کرام اور دیگر محققین اس حقیقت کے برعکس آیات قرآن کی تعداد چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) بتاتے ہیں ان دونوں قولوں میں چار سو تیس (۴۳۰) آیتوں کا فرق ہے اور یہ کوئی معمولی فرق نہیں تعداد زیادہ بتائی جاتی ہے اور موجود کم ہے کوئی شیخ التفسیر بھی اس فرق کو دور کرسکتا ہے۔

اگر بسم اللہ کو ایک مستقل آیت کے طور پر شمار کر لیا جائے تو بھی آیات کی تعداد ۶۶۶۶ نہیں بنتی کیونکہ بسم اللہ ۱۱۳ سورتوں کی ابتداء میں ہے۔

سورہ توبہ کے شروع میں نہیں ہے اور فرق ۴۳۰ آیات کا ہے۔

جبکہ جمہور علماء کے نزدیک بسم اللہ.... نہ تو سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور نہ کسی دوسری سورت کی البتہ اس پر اتفاق ہے کہ سورہ نمل میں بسم اللہ ایک مستقبل آیت ہے۔ اس لیے قران مجید کے تمام نسخوں میں ہر سورہ کے شروع میں واقع بسم اللہ کو مستقل آیت شمار نہیں کیا گیا۔

اہل تشیع کے نزدیک آیات قرآن کی تعداد سترہ ہزار ہے۔ اصول کافی کتاب فصل القرآن) سید جواد مصطفوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے اس میں منسوخ شدہ آیات بھی شمار کرلی گئی ہوں۔

لیکن اہل سنت یہ توجیہ بھی پیش نہیں کرسکتے۔ کیونکہ وہ موجودہ قرآن کی آیات کی تعداد ۶۶۶۶ بتاتے ہیں اور منسوخ شدہ آیات اس شمار سے خارج ہیں۔ اگر تمام تفاسیر اور دیگر روایات کی رو سے ایسی تمام آیات جو "حکما اور تلاوۃ" منسوخ ہوں جمع بھی کرلی جائیں اور بسم اللہ کو بھی جو ہر سورت کی ابتداء میں ہے الگ الگ مستقل آیت تصور کر کے شمار کرلیا جائے تو پھر بھی ۶۶۶۶ کا عدد ثابت نہیں ہوسکتا۔

جبکہ حقیقت یہی ہے کہ جو حضرات آیات قرآنیہ کی تعداد ۶۶۶۶ بتاتے ہیں وہ نہ تو منسوخ شدہ آیات کو اس میں شامل سمجھتے ہیں اور نہ ہی بسم اللہ... کو الگ الگ ایک مستقل آیت شمار کر کے ایسا دعوی کرتے ہیں۔

اس کا واحد حل یہی ہے کہ ۶۶۶۶ کے قول سے رجوع کر کے آئندہ تحریر و تقریر میں صحیح تعداد ۶۲۳۶ پر مبنی قول اختیار کیا جائے جس کی قرآن مجید کے تمام نسخوں سے بھی تائید ہوتی ہے۔

اہل علم اور مشائخ تفسیر سے درخواست ہے کہ وہ اس بنیادی نکتے کی طرف توجہ کر کے اس ابہام کو دور کرنے کی سعی فرمائیں۔

ان اریدالا الا صلاح ماا ستطعت وما توفیقی الا باللہ

طنز و مزاح

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات ان کی

❂ چونکی امر سدھو سپانوالہ قبرستان میں نقاب پوش پولیس والے ایک اور نعش دفن کر گئے۔ (ایک خبر)
پولیس کی مہربانی ہے کہ لاش دفن کر گئے۔ ورنہ تو زندہ دفن کرتے ہیں۔

❂ لاہور میں ایف اے، بی اے پاس خاکروب بن گئے۔ (ایک خبر)
اللہ کا شکر ادا کریں کہ خاکروب ہی بن گئے۔

❂ میٹر ریڈر گھر بیٹھ کر بل بناتے ہیں (وزیر بجلی راجہ نادر پرویز)
کہ ماہانہ دینے والوں کی لسٹ گھر میں ہوتی ہے۔

❂ پیپلز پارٹی میں بے نظیر کے سوا وزیر اعظم بننے کا کوئی اہل نہیں (شاہ محمود)
باقی سب خواجہ سرا ہیں۔

❂ مربہ نہ ملنے سے زرداری کے گھوڑے بیمار ہو گئے۔ (ایک خبر)
اب اپنے خرچ پہ تو انہیں مربہ نہیں کھلایا جا سکتا!

❂ غنڈوں کی گردن توڑ دی جائے گی۔ (نواز شریف)
جب عوام کی گردن ٹوٹ جائے گی۔

❂ قاضی اور فضل الرحمن کو بھائی سمجھتی ہوں۔ (مسرت شاہین)
وہ بھی آپ کو "بائی" سمجھتے ہیں۔

❂ نمازیں پڑھ کر گولڈن جوبلی مناؤں گا۔ (زرداری)
دیا دُکھ بتوں نے تو خدا یاد آیا۔

❂ آٹے کی قیمت کسی صورت نہیں بڑھانے دیں گے۔ (شہباز شریف)
گندم کی قیمت ہر صورت بڑھتی رہے گی۔

❂ لوگ پوچھتے ہیں آخر کس چیز کی گولڈن جوبلی منائی جائے (بی بی سی)
فحاشی، عریانی، بدمعاشی، عیاشی، پریشانی، مہنگائی اور دہشت گردی کی۔

❂ آلو منگوانے پر احتجاج کرنے والے بھارت سے تجارت کر رہے ہیں۔ (اعجاز الحق)
حالانکہ دو قومی نظریہ میں ہندوؤں کے آلو الگ ہیں اور مسلمانوں کے آلو الگ۔

❂ چیئرمین ملتان بورڈ سرکاری ریسٹ ہاؤس کا سامان اپنے گھر لے گئے۔ (ایک خبر)
سرکاری آدمی کو سرکاری سامان ذاتی طور پر استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ (چیئرمین کی وضاحت)

❂ انگریزی جریدے کی گستاخی، قائد اعظم اور ریما ایک ہی صف میں (ایک خبر)
کہ جمہوریت میں سب کے ووٹ برابر ہیں۔

❂ ضیاء الحق کی برسی سے میرا کیا تعلق؟ (قاضی حسین احمد)

میاں طفیل محمد تو ضیاء الحق کو خلیفۂ راشد کہتے تھے۔

❂ (ملتان) ڈیوٹی بتاتے ہو؟ ٹریفک کانسٹیبلوں کا شہری پر تشدد (ایک خبر)

پولیس تو یہی خدمت کر سکتی ہے۔

❂ اب مردوں کی بھی فیملی پلاننگ کرنا ہو گی۔ (عابدہ حسین)

پہلے فراماں کی نس بندی کی جائے (علماء کا بیان)

❂ لوگ سوچنے لگے ہیں ملک کیوں بنا؟ (مرغوب کھیترانی)

منٹو کا افسانہ "ٹوبہ ٹیک سنگھ" پڑھیں۔

❂ پیر بارات لے کر گیا۔ مرید کے ساتھ مل کر لوگوں نے اس کی داڑھی صاف کر دی (ایک خبر)

کہ ایک چہرے پر کئی چہرے سجا لیتے ہیں۔

❂ شام کی بیٹی غنویٰ بھٹو کی فکر کریں۔ (بے نظیر کو حافظ الاسد کا پیغام)

"مشرق کی بیٹی" جائیداد بھٹو کا ذکر کرے!

❂ وعدہ معاف گواہ بننے والے دوستوں پر افسوس ہے۔ (آصف زرداری)

مصیبت میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

❂ ہم نے پچاس سال میں قوم کو سیاست دانوں اور پولیس کی شکل میں چور اور ڈاکو دیئے (اعجاز جنجوعہ)

گولڈن جوبلی! زندہ باد!

❂ کتاریس میں گرفتار، بیس جواریوں کا ریمانڈ (ایک خبر)

اور گھوڑ دوڑ کے بڑے بڑے جواری آزاد!

❂ الحمد اللہ تہجد گزار ہوں۔ (مسرت شاہین)

صدر مملکت بھی ماشاء اللہ تہجد گزار ہیں۔

❂ ڈاکو سر عام پھر رہے ہیں۔ شریف آدمیوں سے پولیس نے تھانے اور جیلیں بھر رکھی ہیں۔ (شہباز شریف)

"شریف برادرز" کی حکومت ہے نا!

سیدنا معاویہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی (قیمت -/200 روپے)

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
فون 511961

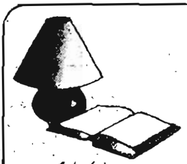
(ذ) بخاری

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

شش ماہی "نقطہ نظر" اسلام آباد

اخبارات و جرائد میں کتابوں پر تبصرے شائع ہوتے ہی رہتے ہیں، جن میں مبصرین اپنے اپنے مذاق و مزاج کے مطابق کہیں اجمال سے اور کہیں تفصیل سے، کہیں جائزے سے اور کہیں تجزیے سے کام لیتے ہیں۔ تبصرہ کا مقصود اصلی تو تعارف کتاب ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس گوہر مقصود کی دستیابی یا شاہد مقصود کی رونمائی کچھ ایسی آسان بھی نہیں ہوتی۔ کہیں سخن شناسوں کا سکوت آڑے آجاتا ہے اور کہیں سخن ناشناسوں کی تحسین!

"نقطۂ نظر"۔۔۔۔۔ اردو میں غالباً اپنی نوعیت کا پہلا مجلہ ہے جو کاملاً نئی کتابوں کے تعارف و تبصرہ کے لیے وقف ہے۔ اب تک اس کے دو شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے مطالعے سے معلومات و آراء اور حقائق و افکار کی نئی دنیاؤں تک رسائی ہوتی ہے۔ آج کے قاری کو اور آج کے طالب علم کو جس علمی اور تحقیقی رہنمائی کی ضرورت ہے، اپنے متعینہ اور مبینہ موضوعات کی حد تک، "نقطۂ نظر" اس ضرورت کو بطریق احسن پورا کر رہا ہے۔ تاریخ وادب، علوم و فنون، تہذیب و تمدن، مذہب و اخلاق، فلسفہ و حکمت اور معاشیات و سیاسیات ۔۔۔۔۔ ان سب موضوعات پر چھپنے والی وہ سب کتابیں جن کا مرکزی حوالہ اسلام یا مسلمان ہو "نقطۂ نظر" میں تعارف و تبصرہ کی غرض سے بار پاتی اور ذکر کی جاتی ہیں۔

مجلے کے پہلے شمارے (اکتوبر ۱۹۹۶ء۔ مارچ ۱۹۹۷ء) میں تبصرہ نگاری کے فن پر جناب شمس الرحمن فاروقی اور تبصرہ نگاری کی روایت پر جناب اختر راہی کی تحریریں بہت خیال انگیز اور بہت بصیرت افروز ہیں۔ اسی طرح "الفاس امدادیہ" (مبصر: سفیر اختر صاحب) "ہمارے ہندوستانی مسلمان" (مبصر: ادارہ) "خطوط بنام سرسید" (مبصر: ادارہ) "چودھری رحمت علی اور تحریک پاکستان" (مبصر: خورشید احمد خان یوسفی مرحوم) "سفر آدھی صدی کا" (مبصر: پروفیسر احمد سعید صاحب) "خطبات خلافت" (مبصر: سید متقین الرحمن صاحب) "عورتوں کے بارہ میں قرآنی احکام" (مبصر: محمد خالد سیف صاحب) "مبدء و معاد" ۔۔۔ ترجمہ (مبصر: محمد نذیر رانجھا صاحب) "مکاتیب رشیدیہ"..... ترتیب جدید (مبصر: اختر راہی صاحب) "خفتگان خاک گجرات" (مبصر: سفیر اختر صاحب) پر لکھے گئے تبصرے یقیناً اس مجلے کی اہمیت اور ضرورت پر دال ہیں۔

"نقطۂ نظر" کا ناشر ادارہ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد اور اس کے مدیر جناب سفیر اختر اس علمی خدمت پر ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔ مجلہ کی فی شمارہ قیمت ۶۰ روپے اور زر سالانہ ۱۰۰ روپے ہے۔ خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتا ہے: نصر چیمبرز، بلاک ۱۹، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔

سہ ماہی "الشریعہ" گوجرانوالا

پاکستان کے دینی جرائد میں "الشریعہ" اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس کا ہر شمارہ کسی ایک موضوع کے لیے خاص کیا جاتا ہے، جس میں اسی موضوع پر صاحبان علم و فہم اور ارباب فکر و نظر کی منتخب تحریریں یکجا کر دی جاتی ہیں۔ یوں ایک سال میں گویا چار شمارے --- جنہیں چار کتابیں کہنا چاہیئے --- قارئین کو اہم عصری موضوعات پر علمی اور فکری راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ موضوعات کا انتخاب بھی قابل داد و ستائش ہوتا ہے اور مشمولات کا چناؤ بھی! مثلاً "انسانی حقوق اور اسلام" (جنوری ۱۹۹۶ء) "دینی مدارس اور مغربی لابیوں کی مہم" (جولائی ۱۹۹۶ء) "اسلام کا خاندانی نظام اور مغربی ثقافت" (جنوری ۱۹۹۷ء)!

"الشریعہ" نے قیام پاکستان کی پچاس سالہ تقریبات (گولڈن جوبلی) کی مناسبت سے سال رواں کی تینوں اشاعتوں کو جدوجہد آزادی کے حوالہ سے مخصوص کر دیا ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی اشاعت اپریل ۹۷ء کا شمارہ ہے جس کا موضوع "ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس کا دور حکومت" ہے۔ جبکہ مشمولات میں حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، ایسٹ انڈیا کمپنی کی برصغیر میں آمد اور تباہ کاریاں، نواب سراج الدولہ، ٹیپو سلطان، بہادر شاہ ظفر، شہدائے بالا کوٹ، فرائضی تحریک اور حاجی شریعت اللہ، ہندوستان کے دارالحرب ہونے پر حضرت مولانا رشید گنگوہیؒ کا فتویٰ --- ایسے عناوین پر مضامین شامل ہیں۔

"الشریعہ" نے دینی صحافت میں طرح دگر ڈالی ہے۔ اس کے رئیس التحریر مولانا زاہد الراشدی زید مجدہم اور دیگر ارکان ادارہ بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

قیمت فی پرچہ ۲۵ روپے اور زر سالانہ ۱۰۰ روپے ہے۔ خط و کتابت کا پتہ: الشریعہ اکادمی، مرکزی جامع مسجد (پوسٹ بکس ۳۳۱) گوجرانوالا ہے۔

سہ ماہی "احوال و آثار" کاندھلہ

مجلہ "احوال و آثار" مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے زیر ادارت شائع ہوتا ہے اور انہی کے الفاظ میں یہ ماضی کے ان کے علماء اور اہل کمال کے احوال و کمالات اور تحریرات و آثار کا مرقع ہے جن کا تعلق کاندھلہ، بڈھانہ، پھلت، تھانہ بھون، جھنجھانہ، دیوبند، رام پور، سہارنپور، کیرانہ، گنگوہ، نانوتہ اور ان کی نواحی بستیوں سے تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ، ان کے اہل خاندان، حزب ولی اللٰہی اور سلسلہ عالیہ امدادیہ کے اساطین علم و معرفت کے سوانح و افکار کی حفاظت و اشاعت ہی "احوال و آثار" کی اشاعت کا مقصد اولین ہے۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں سے ہیں اور "مفتی الٰہی بخش اکیڈمی" (کاندھلہ) کے روح و رواں ہیں۔ جس قرینے، جس سلیقے اور جس اہتمام سے انہوں نے احوال و آثار کا اجراء فرمایا ہے --- اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ صاحب علم اور صاحب قلم ہی نہیں، صاحب ذوق اور صاحب نظر بھی ہیں۔ ان کے پیش نظر جو کام ہے وہ ایک علمی روایت کے احیاء کا کام ہے۔ یعنی --- "اس خطہ کے تمام نئے پرانے بزرگوں، مشائخ، علمائے کرام، اہل فضل و کمال، اصحاب فکر و معرفت، ارباب سطوت و اقتدار خصوصاً امام ہمام حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ نیز ان کے صاحبزادگان والاشان، شاہ ابو محمدؒ،

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ رفیع الدینؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ، حضرت شاہ محمد اسحاقؒ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ، اور ان کے جملہ اہل خاندان نیز ممتاز تلامذہ و متعلقین، اسی طرح حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، ان کے اجداد گرامی، اخلاف و اعقاب اور شہرہ آفاق عارف و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ، ان کے خلفائے کرام اور متبعین کے ذریعہ برپا دینی خدمات کی تفصیلی معلومات بالخصوص ان کے تصنیفی و تحریری ورثہ کی تلاش و بازیافت ان کے صحیح حالات کی جستجو ان کے کارناموں کا منصفانہ جائزہ اور ان پر سنجیدہ و مستند مضامین اور کتابوں کی تیاری اور ان کی طباعت و اشاعت کا اہتمام ہے۔ نیز ان حضرات کی سوانح حیات و تصنیفات کی اشاعتوں، ترجموں اور تصحیح و تنقید وغیرہ پر مختلف پہلوؤں سے جو کام ہوا ہے اس کی فہرستیں اور اشاریے مرتب کرانا!''

اس مجلے کو دیکھ کر، کوئی نہیں کہ سکتا کہ علم دوستی قصہ پارینہ ہو گئی ہے۔ یادرفتگان از قسم اساطیر الاولین ہو گئی ہے۔ عہد رفتہ کو آواز دینے والے زندہ ہوں تو بہار رفتہ کے لوٹ آنے کے امکانات زندہ تر ہو جاتے ہیں۔ ''احوال و آثار'' ایسے شاندار جرائد کا دور لد نہیں گیا، باقی ہے۔ یعنی........

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

پاکستان کے لئے مجلہ کی سالانہ قیمت دوسو (۲۰۰) روپے ہے۔ خریداری کے لئے جناب شبیر احمد خان میواتی سے مکتبہ نفیس، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور پر رابطہ کیا جائے۔

نورانی قاعدہ:

بچوں کو قرآن کریم کی ابتدائی تعلیم کیلئے برصغیر کے عظیم استاد مولوی نور محمد صاحب (لدھیانویؒ) نے ''نورانی قاعدہ'' کے نام سے ایک قاعدہ مرتب کیا تھا۔ اللہ جل شانہ نے اس قاعدہ کو اتنی شہرت اور مقبولیت عطاء فرمائی کہ آج قرآن کریم کی تعلیم و تدریس کے تقریباً تمام مدارس میں یہی قاعدہ رائج ہے۔ بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں نئے نئے تجربے کیلئے اور مختلف قاعدے مرتب کئے مگر بچوں کی زبان پر جتنی جلدی اور آسانی کے ساتھ نورانی قاعدہ جاری ہوتا ہے کوئی اور نہ ہو سکا۔ ہمیں یقین ہے کہ ''نورانی قاعدہ'' حضرت مولوی نور محمد صاحبؒ کی مغفرت کیلئے بہترین ذریعہ ہے۔ ملک بھر کے اشاعتی ادارے اس قاعدہ کو شائع کر رہے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر بچوں تک پہنچ رہا ہے۔ جامعہ عربیہ عمر فاروق فاروقہ ضلع سرگودھا کے منتظمین نے یہی قاعدہ حضرت شیخ القراء مولانا قاری فتح محمد پانی پتیؒ کے مرتب کردہ ضروری قواعد کو تجوید و قراءت کے ساتھ اسے شائع کیا ہے۔ یہ حصہ حضرت قاری صاحبؒ کی کتاب تسہیل القواعد سے لیا گیا ہے۔

قواعد تجوید کا اصل فائدہ تو مدرسین کو ہوگا کہ وہ اس کی روشنی میں تعلیم قرآن کا اہتمام کریں۔ عموماً یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ اکثر مدرسین تعلیم قرآن کے ضروری قواعد سے بے خبر ہوتے ہیں اور اسی لئے خود ان کا اپنا تلفظ بھی درست نہیں ہوتا چہ جائیکہ بچوں کا تلفظ درست ہو۔

یہ قاعدہ جامعہ عربیہ عمر فاروق، توحید نگر، فاروقہ ضلع سرگودھا سے ۔/۱۳ روپے میں مل سکتا ہے بذریعہ ڈاک ۔/۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوایا جاسکتا ہے۔

✪ شاہ جی نے انگریز کے خلاف بیک وقت کئی محاذوں پر جنگ لڑی
✪ نئی نسل کے فکری رابطے اپنے اسلاف سے ختم ہو رہے ہیں
✪ جمہوریت اور سیکولرازم سے نجات میں پاکستان کی بقا ہے

دارِ بنی ہاشم میں امیرِ شریعت کی یاد میں منعقدہ تقریب سے سید عطاء المحسن بخاری، مفتی منظور احمد تونسوی، سید عطاء المہیمن بخاری، ملک وزیر غازی، چودھری محمد شفیق، ولی محمد واجد اور دیگر مقررین کا خطاب

آزادی وطن کے پچاس سال پورے ہونے پر ضروری ہے کہ قوم کو نصف صدی کی ناکامیوں اور المیوں کے پس منظر میں کار فرما تلخ حقائق سے باخبر کیا جائے۔ قیام پاکستان کے مقاصد آج تک پورے نہیں ہوئے۔ ان حالات میں جشن منانا، خود فریبی ہے۔ ان خیالات کا اظہار نامور مجاہد آزادی اور عظیم خطیب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی یاد میں منعقد ایک خصوصی تقریب میں کیا گیا۔ تقریب کی صدارت ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مرکزی کنوینر مجلس احرار اسلام پاکستان نے کی۔ تقریب کا اہتمام مجلس احرارِ اسلام ملتان نے دار بنی ہاشم مہربان کالونی میں کیا تھا۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن ملتان کے صدر جناب چودھری محمد شفیق ایڈووکیٹ نے کہا کہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مجاہدین آزادی کے قافلہ سالار تھے۔ انہوں نے انگریز سامراج کے خلاف بیک وقت کئی محاذوں پر جنگ لڑی۔ مسلمانوں کے اعتقادی، تہذیبی، مذہبی اور اخلاقی تشخص کی حفاظت ان کا کارنامہ ہے۔ حکمت دین اور حالات زمانہ کا جو شعور امیر شریعتؒ کو حاصل تھا، اس میں وہ صدیوں کی اسلامی تاریخ میں ممتاز ہیں۔ ممتاز صحافی جناب ولی محمد واجد نے اپنے خطاب میں کہا کہ نئی نسل کے ذہنی اور فکری رابطے اپنے اسلاف اور قوم کے اصل ہیروز سے کمزور ہوتے جا رہے ہیں قوم میں مغرب کی ذہنی غلامی نفوذ کر چکی ہے۔ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے قائدین حریت کے سوانح و افکار ہی کی روشنی میں پاکستان میں ایک آزاد اسلامی ریاست حقیقی معنوں میں متشکل ہو سکتی ہے۔ مولانا مفتی منظور احمد تونسوی نے کہا کہ مصلحت پسندی، عافیت کوشی، مفاد پرستی اور قول و عمل کا تضاد وہ خرابیاں ہیں جن کے جہاد کی ضرورت ہے۔ جماعت اسلامی کے رہنما ملک وزیر غازی ایڈووکیٹ نے کہا کہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا وجود سامراج دشمنی کی علامت تھا۔ امیر شریعتؒ نے چوتھائی صدی سے زائد عرصہ برصغیر کے طول و عرض میں اپنی بے مثال خطابت کے ذریعہ سے فرنگی سامراج کے خلاف مزاحمت کی جرات اور جذبہ پیدا کیا۔ ان کا کردار تاریخ کی بہت بڑی ضرورت تھا۔ آج امریکی سامراج مسلمانوں کی دینی حمیت اور ملی تشخص سے خائف ہو کر، ہمارے در پے آزار ہے، ہم نے پچاس سال میں اپنی سیاست و معیشت امریکہ اور اس کے گماشتوں کے ہاتھ میں دے کر، اپنی آزادی کو بے وقار اور بے معنی بنا دیا ہے۔ آج قوم کو امیر شریعتؒ کی دینی غیرت، سامراج دشمنی اور

ایثار و قربانی کے یاد دلانے اور اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنی تقریر میں کہا کہ امیر شریعتؒ نے تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد میں برصغیر میں کلیدی کردار ادا کیا۔ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان کا اثاثہ ان کا کردار تھا۔

صدر تقریب حضرت سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی جدوجہد ان تمام افراد اور طبقات کے خلاف تھی جو انگریزی مفادات کے نگران اور نگہبان تھے۔ جاگیرداروں، سرمایہ داروں استحصال پیشہ مذہبی وڈیروں، مفاد پرست سیاست دانوں اور منافقانہ رویوں کے حامل دانشوروں کو امیر شریعتؒ نے کبھی معاف نہ کیا۔ انہوں نے معاشی طبقہ واریت اور مذہبی فرقہ واریت کے خلاف ایک نظام فکر کو اجاگر کیا۔ انہوں نے باطل افکار و نظریات، ظالم و غاصب حکمرانوں اور لادینی نظام سیاست و معیشت کے خلاف بھرپور مزاحمت کی اور مفاہمت کا ہر امکان مسترد کر دیا۔ آج بھی پاکستان کی بقاء جمہوریت اور سیکولرزم کی لادینیت سے نجات حاصل کرنے میں ہے۔ تقریب رات گئے تک جاری رہی تقریب میں حافظ احمد معاویہ نے بھی خطاب کیا۔ حافظ محمد اکرم صوفی عبدالغفار اور حسین اختر لدھیانوی نے امیر شریعت کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

حافظ رحیم بخش

مسجد نور ملتان میں قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی کا خطاب

شاہ جی کی خدمات تحریکِ آزادی کے ماتھے کا جھومر ہیں
علماء تحریکِ آزادی میں شامل نہ ہوتے تو ہم آج بھی غلام رہتے
اتنی عظیم قربانیوں کے باوجود ملک میں انگریز کا نظام نافذ ہے

مجلس احرار اسلام پاکستان کے کنوینر (عارضی منتظم) ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری نے ۲۹ اگست کو مسجد نور تغلق روڈ ملتان میں حضرت امیر شریعت کی یاد میں منعقدہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آزادی جیسی نعمت حاصل کرنے کے لئے ہمارے اکابر نے جن مصائب کو برداشت کیا ہے، آج کی نسل ان کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ انہوں نے کہا کہ تحریک آزادی میں علماء شامل نہ ہوتے تو ہم آج بھی غلام ہوتے لیکن اتنی عظیم قربانیوں کے بعد حاصل کیے گئے ملک میں حکمرانوں نے اسلامی نظام کے بجائے انگریزوں کے نام نہاد جمہوری اصولوں کو نافذ کر رکھا ہے۔ اس نظام کی بدولت ہم آج تک ایک قوم نہیں بن سکے بلکہ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، انہوں نے کہا کہ اسلامی بنیادوں پر حاصل کیے گئے ملک میں اسلامی نظام ہی ملک کی صورت حال کو بہتر کر سکتا ہے۔ اس موقع پر مدرسۃ العلوم الاسلامیہ کے مہتمم مولانا محمد اسحاق سلیمی نے کہا کہ اب بھی وقت ہے کہ ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ کیا جائے تاکہ ملک کو ترقی کی راہوں پر گامزن کیا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت امیر شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی دینی، قومی اور سیاسی خدمات تحریک آزادی کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ حضرت شاہ جی نے مجلسِ احرار اسلام کے سٹیج سے انگریز سامراج اور اس کے پالتو فتنہ قادیانیت کی زبردست سرکوبی کی۔

پیر محمد ابوذر
(ناظم نشرو اشاعت، مجلس احرار اسلام راولپنڈی)

✪ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے وحدت امت اور تحفظِ ختم نبوت کے لئے تاریخ ساز جدوجہد کی

✪ سامراج کے خلاف شاہ جی کا کردار تمام جماعتوں پر بھاری ہے

پریس کلب راولپنڈی میں منعقدہ تقریب سے سید محمد کفیل بخاری، ہارون الرشید، عبداللطیف خالد چیمہ، محمد عمر فاروق اور دیگر مقررین کا خطاب

مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے زیرِ اہتمام ۲۱ اگست ۱۹۹۷ء کو تحریک آزادی کے نامور جرنیل اور مجلس احرار اسلام کے بانی حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے چھتیسویں یومِ وفات کے موقع پر پریس کلب راولپنڈی میں امیر شریعت سیمینار کا اہتمام کیا گیا۔ تقریب کے مہمانِ خصوصی سید محمد کفیل بخاری (مدیر ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت ملتان) تھے، ڈاکٹر جمال الدین محمد انور نے صدارت کی اور جناب محمد عمر فاروق نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔ ساڑھے تین بجے سہ پہر کارروائی کا آغاز ہوا جو چھے بجے شام تک جاری رہا۔

جناب سید محمد کفیل بخاری نے اپنے تفصیلی خطاب میں کہا کہ برصغیر سے انگریز سامراج کے انخلاء کا سہرا علماء حق کے سر ہے جنہوں نے سامراج کی غلامی کی طویل رات کو ختم کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگا کر آزادی کی جنگ جیتی۔ امیر شریعت اور ان کے رفقاء نے مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے جس جرأت اور بہادری کے ساتھ انگریز سامراج کے ظلم کا مقابلہ کر کے اسے ہندوستان سے نکال باہر کیا۔ وہ تحریکِ آزادی کا ناقابلِ فراموش باب ہے۔ آزادی کی تاریخ میں یہ کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

انہوں نے کہا کہ گزشتہ پچاس برسوں میں برسرِ اقتدار حکمرانوں نے قیام پاکستان کے مقاصد سے نہ صرف انحراف کیا بلکہ دینی اقدار کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا جس کی وجہ سے قومی اور اخلاقی پستیوں اور فکری گمراہیوں کے دروازے کھل گئے۔ آج بھی سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے رہنما کی ضرورت ہے جو قوم کو پستیوں سے نکال کر اوجِ ثریا سے ہمکنار کر دے۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ فرقہ وارانہ جنگ کے پسِ منظر میں مسلمانوں کو اسلام، دینی اقدار، دینی مراکز، دینی شخصیات اور دینی کردار سے دور کرنے کی گہری سازش کارفرما ہے۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر وحدت امت اور جذبۂ جہاد کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ آج ہمیں بنیاد پرستی کا طعنہ دے کر بظاہر بدنام کیا جارہا ہے۔ جبکہ "بنیاد پرستی" ہمارے لئے طعنہ نہیں، ہماری شناخت اور علامت ہے۔ توحید و ختمِ نبوت اور اسوۂ صحابہ، ہر مسلمان کی فکری بنیاد ہے۔

انہوں نے کہا کہ جمہوریت کے ذریعے اسلامی نظام کا نفاذ تو کجا اصلاحِ احوال بھی ممکن نہیں۔ جمہوریت ایک

کافرانہ نظام ریاست ہے اور اسلام کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے انھی پچاس سالہ طویل جدوجہد میں مسلمانوں کو متحد کیا، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تمام مسالک کو ایک مرکز پر اکٹھا کیا۔ سامراج کے خلاف نفرت پیدا کر کے اس کے اقتدار کا خاتمہ کیا۔ مسلمانوں کے لئے دینی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی خدمات انجام دیں۔ حضرت امیر شریعت فرمایا کرتے تھے:

اللہ کی عبادت، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، انگریز کی بغاوت اور مخلوق کی خدمت میری زندگی کا نصب العین ہے۔

مجلسِ احرار اسلام کے مرکزی رہنما جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ مجلسِ احرار اسلام، امیر شریعت کے مشن کی وارث ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کی جماعت مجلسِ احرار اسلام اگر قادیانیت کا تعاقب اور محاسبہ نہ کرتے تو آج ملک کفر و ارتداد کی مکمل گرفت میں ہوتا۔ انہوں کہا کہ تحریک آزادی کی جدوجہد میں امیر شریعت اور احرار کا تاریخ ساز کردار ملک و ملت کے لئے باعث فخر ہے۔ بعض پیشہ ور تاریخ نویسوں نے آزادی کے ان متوالوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ لیکن یہ پیشہ ور بد دیانت مؤرخین اپنی تمام تر کوشش کے باوجود آزادی کے ان محسنوں کو تاریخ سے محو نہیں کر سکے۔

ممتاز کالم نگار محترم ہارون الرشید نے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے برصغیر میں عوام کے ذہنوں سے انگریز کے خوف کو دور کیا اور ان کا کردار تمام جماعتوں کے کردار پر بھاری رہا۔ وہ مصلحت سے پاک اور بے خوف شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے غیر ملکی کلچر کو رواج دینے کی کوشش کرنے والوں کی بھرپور مزاحمت کی۔

حرکت الانصار کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا قاسم نے کہا کہ آج امت مسلمہ کو امیر شریعت جیسے مجاہد کی ضرورت ہے احرار نے 1931ء میں آزادیٔ کشمیر کے لئے پہلی منظم جدوجہد کا آغاز کیا آج کشمیر کی آزادی کے لئے لڑی جانے والی جنگ احرار کی اس تحریک کی ہی مرہونِ منت ہے۔ مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے مبلغ جناب اورنگ زیب اعوان نے کہا کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کو سب سے پہلے امیر شریعت نے عوامی سطح پر منظم و مربوط کیا اور لوگوں میں دینی شعور کی بیداری پیدا کی۔ مولانا حسین احمد ذیشانی نے کہا کہ شاہ جی اور احرار کی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ پروفیسر عبدالواحد سجاد نے کہا کہ شاہ جی نے اپنی تمام تر خداداد صلاحیتوں کو عقیدۂ ختم نبوت اور ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

مولانا عبدالغفور نے کہا کہ امیر شریعت کی روح ہم سے متقاضی ہے کہ ہم گروہ بندی کو ترک کر کے حکومتِ الٰہیہ کے نفاذ کے لئے ایک اکائی کا مظاہرہ کریں۔ حافظ ابوذر غفاری نے کہا کہ پوری دنیا میں ہونے والی مرزائیت کے خلاف جدوجہد دراصل امیر شریعت کا صدقہ جاریہ ہے۔ ارتداد کی شرعی سزا کے نفاذ تک مرزائیت کے خلاف کام ہوتا رہے گا اور ہم دنیا کے ہر خطہ پر ختم نبوت کا پرچم لہرائیں گے۔

محمد عمر فاروق نے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تمام مکاتبِ فکر کو مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور رواداری کی بے نظیر مثال پیش کی آج بھی فرقہ واریت کے سد باب کے لئے شاہ

بقیہ ص ۵۹ پر

مسافرانِ عدم

عبدالمتین چودھری ایڈووکیٹ کو صدمہ:

ساہی وال سے معروف قانون دان اور ہمارے کرم فرما محترم عبدالمتین چودھری ایڈووکیٹ کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ رحلت کر گئیں۔

مولانا بلال احمد کو صدمہ:

مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے رہنما مولانا بلال احمد کی ہمشیرہ ۲۰ اگست کو انتقال کر گئیں۔ مرحومہ منشی واحد بخش مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ منشی واحد بخش مرحوم مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ تھے اور ایک متحرک و فعال کارکن تھے۔

حاجی سعید الرحمن لدھیانوی مرحوم:

شیخوپورہ سے ہمارے قدیم مہربان محترم حاجی سعید الرحمن لدھیانوی گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔ مرحوم مولانا عبدالرحمن لدھیانوی رحمہ اللہ کے فرزند تھے۔

خواجہ عبدالحمید بٹ مرحوم:

مجلس احرار اسلام کے سابق کارکن محترم خواجہ عبدالحمید بٹ یکم اگست کو لودھراں میں انتقال کر گئے۔ وہ طویل عرصہ سے علیل تھے۔ مرحوم خواجہ صاحب قیام پاکستان سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے اور جب مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۴ء میں قادیان میں شعبہ تبلیغ قائم کیا تو وہاں جماعت کی طرف سے دفتری خدمات بھی سر انجام دیں۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں وہ باقیات احرار میں سے تھے اور اکابر احرار کے تربیت یافتہ کارکنوں میں سے تھے۔

علامہ عزیز انصاری، مرحوم:

معروف سماجی و سیاسی کارکن علامہ عزیز انصاری ۲۰ اگست کو گوجرانوالہ میں انتقال کر گئے۔ مرحوم انصاری صاحب آغا شورش کاشمیری مرحوم کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ آغا شورس کاشمیری نے انہیں علامہ کا خطاب دیا اور پھر وہ علامہ کے نام ہی سے معروف ہو گئے۔

اہلیہ حافظ عبدالرشید ارشد:

ماہنامہ الرشید لاہور کے مدیر اور مکتبہ رشیدیہ لاہور کے مالک جناب حافظ عبدالرشید ارشد صاحب کی اہلیہ محترمہ اور جناب حماد ارشد، سجاد ارشد کی والدہ ماجدہ ۱۱-۱۲ اگست کی درمیانی شب انتقال کر گئیں۔ وہ طویل عرصہ سے علیل تھیں ان کے سر میں کینسر کی رسولی تھی۔

محترم عین الحق مرحوم:

مجلس احرار اسلام لاہور کے دیرینہ معاون محترم عین الحق صاحب گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔

مجلس احرار اسلام قصور کے صدر چودھری محمد عاشق احرار کے تایا چودھری نظام دین 26 اگست کو انتقال کر گئے۔
مجلس احرار اسلام قصور کے سابق نائب امیر مولانا محمد اکبر مرحوم کے بہنوئی حاجی عبدالعزیز 14 اگست کو انتقال کر گئے۔
اراکین ادارہ تمام مرحومین کیلئے دعا مغفرت کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے ان کیلئے صبر کی دعاء کرتے ہیں۔
قارئین سے بھی درخواست ہے کہ جملہ مرحومین کیلئے ایصالِ ثواب اور دعاء مغفرت کا اہتمام فرمائیں (ادارہ)

دعائے صحت

ضیغم احرار شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند محترم شیخ ریاض الدین صاحب (لاہور) طویل عرصہ سے علیل ہیں۔
ہمارے دیرینہ رفیق محترم عبدالرحمن جامی نقشبندی (جلال پور پیروالا) گزشتہ چندہ ماہ سے شدید علیل ہیں۔
مدرسہ احرار اسلام چشتیاں کے مدرس قاری محمد عطاء اللہ صاحب کی اہلیہ شدید علیل ہیں۔
احبابِ احرار اور قارئین سے درخواست ہے کہ جملہ مریضوں کی شفاء یابی کیلئے خاص طور پر دعاء کا اہتمام فرمائیں ---- اراکین ادارہ اپنے رفقاء کی صحت یابی کیلئے دعاء گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطاء فرمائے (آمین) (ادارہ)

بقیہ از ص ۵۷

جی کی حیات مبارکہ تمام طبقات کے لئے مشعلِ راہ ہے۔
ڈاکٹر جمال الدین محمد انور، فیض الحسن فیضی ایڈووکیٹ اور دیگر مقررین نے بھی اجتماع سے خطاب کیا۔
دریں اثنا جامع مسجد سید ناصدیق اکبر جھگی سیداں اسلام آباد میں سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پوری امت مسلمہ کی تمام مشکلات اور ہماری زبوں حالی کا صرف اور صرف ایک حل ہے کہ ہم اسلام کو بطور نظام حیات نافذ کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور جمہوریت سمیت تمام کفریہ نظاموں کی دلدل سے نکل جائیں۔

مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ

دارالکفر والارتداد ربوہ میں مسلمانوں کا عظیم تعلیمی و تبلیغی مرکز

ڈیڑھ سو سے زائد طلباء و طالبات قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بخاری پبلک سکول میں پرائمری تک طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ میں پچاس سے زائد طلباء رہائش پذیر ہیں۔ مدرسہ کی توسیع کے لئے مزید دو کنال زمین کی خرید اشد ضروری ہے۔ درس گاہیں اور مسجد تعمیر کی تکمیل کے مرحلہ میں ہیں۔ اپنے عطیات، زکواۃ و صدقات اس کارِ خیر میں دے کر اجر حاصل کریں۔

ترسیل زر کے لئے:۔

سید عطاء المہیمن بخاری، منتظم مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار ربوہ ضلع جھنگ۔ فون: 211523(04524)

بچے یاد آتے ہیں

خادم حسین

اصطبل تھے گھوڑوں کے
قیمتی، کروڑوں کے
زرق برق پوشاکیں
سیم و زر کے توڑوں میں
زندگی میں گُل چھرے
کس حساب و حد میں تھے؟
ہر طرح کی عیاشی
بادشہ کا شیوہ تھی
بیوگاں یتیموں پر
بلکہ سب غریبوں پر
مردنی سی طاری تھی
اور دکھوں کی خاکستر
زخم زخم جسموں پر
تہہ بہ تہہ چپکتی تھی

....

جانِ جاناں اب کہو!
کیا عتاب شاہی تھا
وہ جو ایک راہی تھا
حرص اس کا رستہ تھا
لوبھ اس کی منزل تھی

ہوٹلوں کے سودوں میں
حصہ داری کس کی تھی؟
کس نے گردنیں گھونٹیں
احتجاج والوں کی
کس نے راستہ روکا
بے گناہ لوگوں کا
کس کو لے گیا ریلا
سسکیوں کا، آہوں کا
عہد کبر و نخوت میں
کون کس کی سنتا تھا
چمنیوں کے دھوں سے
کون جال بنتا تھا؟

....

وہ جو آج قیدی ہے
وہ تو ایک ظالم ہے،
وہ جو ایک وڈیری ہے
وہ تو اس کا بالم ہے
اب سنا ہے اس کو بھی
بچے یاد آتے ہیں

سید کاشف گیلانی

ضیاء مدینے کی

تو بھیج رحمتیں ہم پر خدا مدینے کی
مرے وطن میں بھی آئے ہوا مدینے کی

میں آسمان کی جنت کو کیوں نہ ٹھکرا دوں
اگر نصیب ہو مجھ کو فضا مدینے کی

یہ خاک ہے بڑی اکسیر اہل غم کے لئے
مجھے تو خاک ہے خاکِ شفا مدینے کی

فلک سے نور برستا ہے شام یثرب پر
ہے خوشبوؤں سے معطر صبا مدینے کی

زمانے بھر کے مسلمان ایک ہوجائیں
کبھی جو غور سے سن لیں صدا مدینے کی

بڑے ہی سرکش و مغرور اہل مکہ تھے
مگر تھی اس سے بھی بڑھ کر وفا مدینے کی

کروں میں زندگی سو بار جان و دل سے فدا
اگر ہو مجھ کو میسر فضا مدینے کی

جو دھاک اہل جنوں کی ہے اہل دنیا پر
خدا کا لطف ہے ہم پر عطا مدینے کی

خدا کرے میں مدینے میں بار بار آؤں
رہیں نوازشیں مجھ پر سدا مدینے کی

خدا کا شکر میں احرار بن گیا کاشف
رہے گی دِل میں ابد تک ضیاء مدینے کی

نویدِ صبح

کوئی دم کی ہے مہماں تیرگی کہدو کوئی سب سے
نویدِ صبح ملتی ہے چراغِ آخرِ شب سے

تمہیں معلوم ہے کم ہمتوں کی وہ نہیں سنتا
بڑے نادان ہو شکوہ اگر کرتے ہو تم رب سے

بچو مظلوم کی آہِ رسا سے اے ستم گارو
ادھر پہنچی فلک تک آہ جو نکلی ادھر لب سے

خدا کے خوف سے ترکِ ستم کردے تو بہتر ہے
ہمیں اس ڈھب پہ لانا ہے ستمگر کو کسی ڈھب سے

ہمارے رہنماؤں کو کوئی غم ہے تو اپنا ہے
مگر ہمدردیاں ان کی نہ ملت سے نہ مذہب سے

بہت دن دیکھ کر ہم نے کیا ہے فیصلہ دل سے
کسی ظالم کے دھوکے میں بھی نہ آئیں گے ہم اب سے

کرے تقریر جو پر جوش اپنی قوم اس کی ہے
ہمیں کچھ بھی تعلق ہے معانی سے نہ مطلب سے

رہی باقی نہ کچھ بھی منزلت تیری مرے دِل میں
مرے آگے حقیقت کھل گئی حضرت تری جب سے

ڈرا سکتے نہیں اربابِ حل و عقد کاشف کو
اسے کچھ خوف آتا ہے نہ کرسی سے نہ منصب سے

سید کاشف گیلانی

جنگ

رنگ لائے گی کسی روز مفادات کی جنگ　　رخ بدلتی نظر آتی ہے خیالات کی جنگ

لڑ رہے ہیں بڑی ثابت قدمی سے کچھ لوگ　　نئی تہذیب سے پھر کہنہ روایات کی جنگ

قوم کی ناؤ ڈبو دی ہے خرد والوں نے　　سر پہ مدّت سے مسلط ہے تجربات کی جنگ

کون وہ لوگ ہیں کیا ان کا ہے ہم سے رشتہ　　وہ جو مذہب سے کراتے ہیں خرافات کی جنگ

کس کی سازش سے ہوئے میرے وطن کے ٹکڑے　　کیوں مرے ذہن سے ہوتی ہے سوالات کی جنگ

لے گیا چھین کے کون اہل وطن کے دل سے　　جذبۂ عزم و عمل غیرتِ حالات کی جنگ

منکرِ مذہب و ملت ہیں خدا کے دشمن　　لڑ کے دکھلائیں گے ہم منفی و اثبات کی جنگ

اپنی لڑتے ہوئے گزری ہے جفاکاروں سے　　جس طرح دھوپ سے ہو موسمِ برسات کی جنگ

چھوڑ کے دامنِ مذہب کو تو یہ ہونا تھی　　فرقہ و نسل کی رنگ اور ذات پات کی جنگ

کاشف آئے کوئی اس قوم کو یکجا کردے
دیکھ لی ہم نے سیاست کے کرشمات کی جنگ

عطیہ خواجہ غریب شاہ

اصلی ہڈی جوڑ گولی

رجسٹرڈ 675

انسان کی ہڈی ٹوٹ جائے تو گولی کے تین حصے کرکے روزانہ نہار منہ مکھن کے ساتھ کھائیں اور پانچ دن تک نمک سے پرہیز کریں۔ اور اگر کس جانور کی ہڈی ٹوٹ جائے تو یہی گولی مکمل جوار، مکئی یا جو کے آٹے میں کھلائیں نمک، گندم اور چنے کے آٹے سے پرہیز کرائیں۔ نیز ہمارے ہاں بواسیر اور ہمہ قسم کے درد کی گولیاں بھی دستیاب ہیں۔ نوٹ: مدرسہ کے لئے تعاون کی اپیل جاتی ہے۔

پتہ: صاحبزادہ قاری محمد طیب میانہ (اولاد سلطان عبدالحکیم)
مسجد حاجی بشیر احمد محلہ سلطانیہ عبدالحکیم، تحصیل کبیروالا ضلع خانیوال

تفسیر انوار البیان اردو

از حضرت مفتی مولانا محمد عاشق الٰہی مدظلہ

سلیس اور عام فہم اردو زبان میں سب سے پہلی مفصل اور جامع تفسیر القرآن بالقرآن تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام دلنشین انداز میں احکام و مسائل اور مواعظ و نصائح کی تشریح اسباب نزول کا مفصل بیان، تفسیر و حدیث اور کتب فقہ کے حوالوں کے ساتھ۔ کامل 9 جلدوں میں، 5 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ خوبصورت واعلیٰ کاغذ و جلد قیمت فی جلد ۔/۲۵۵ روپے

عربی مطبوعات

نزہتہ الخواطر ۔ از علامہ عبدالحی لکھنوی

چار ہزار سے زائد ہستیوں کی شخصیات کا دلاویز مرقع (والد ماجد مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ)

پاکستان میں پہلی بار کامل آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ قیمت کامل ۔/۱۵۹۰

نسیمتہ الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض

کامل چار جلد ۔/۱۲۴۰

لسان المیزان (فی اسماء الرجال) علامہ ابن حجر کامل

سات جلد قیمت ۔/۱۷۲۸

اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک کامل پندرہ جلد ۔/۳۱۵۰ روپے

السنن الکبریٰ بیہقی کامل دس جلد ۔/۲۱۰۰ روپے

السنن الکبریٰ نسائی کامل ۶ جلد ۔/۱۵۰۰ روپے

امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار، کامل چار جلد ۔/۹۰۰ روپے

تقریر ترمذی از حضرت تھانوی قیمت ۔/۳۰۰ روپے

دارالعلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات

از حضرت قاری محمد طیب صاحب قیمت ۔/۷۵ روپے

سیرت اشرف از منشی عبدالرحمن خان دو جلد ۔/۳۰۰ روپے

اصلاحِ باطن کے لئے

خطباتِ حکیم الامت کا ایک عظیم

انسائیکلوپیڈیا بترتیبِ جدید

دعوات عبدیت اور دوسرے سینکڑوں مواعظ کا مجموعہ ۳۲ جلدوں میں تقریباً سولہ ہزار صفحات پر مشتمل خوبصورت جلدیں

- دنیا و آخرت جلد ۱
- علم و عمل جلد ۲
- دین و دنیا جلد ۳
- حقوق و فرائض جلد ۴
- میلاد النبی ﷺ جلد ۵
- نظام شریعت جلد ۶
- حقیقت عبادت جلد ۷
- حقیقت مال و جاہ جلد ۸
- فضائل صبر و شکر جلد ۹
- فضائل صوم و صلوٰۃ جلد ۱۰
- حقیقت تصوف و تقویٰ جلد ۱۱
- محاسن اسلام جلد ۱۲
- دعوت و تبلیغ جلد ۱۳
- جزا و سزا جلد ۱۴
- تسلیم و رضا جلد ۱۵
- برکات رمضان جلد ۱۶
- سنت ابراہیم علیہ السلام جلد ۱۷
- مفاسد گناہ جلد ۱۸
- آداب انسانیت جلد ۱۹
- حقوق الزوجین جلد ۲۰
- تدبیر و توکل جلد ۲۱
- ذکر و فکر جلد ۲۲
- راہِ نجات جلد ۲۳
- موت و حیات جلد ۲۴
- حدود و قیود جلد ۲۵
- اصلاح اعمال جلد ۲۶
- فضائلِ علم جلد ۲۷
- اصلاح ظاہر جلد ۲۸
- اصلاحِ باطن جلد ۲۹
- خیر الاعمال جلد ۳۰
- رحمت دو عالم ﷺ جلد ۳۱
- فہرست عنوانات جلد ۳۲

کامل سیٹ ۲۷ جلد، قیمت: 4419/=

ملفوظات حکیم الامت کامل دس جلد ۔/۱۰۰۵ روپے

اشرف السوانح کامل چار جلد ۔/۶۰۰ روپے

نوٹ: اس اشتہار کی مکمل کتب منگوانے پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان پاکستان فون ۴۰۵۰۱، ۵۴۰۵۱۳

ماہنامہ نقیب ختم نبوت کی اشاعت خاص

(اکتوبر 1992ء)

وکیل صحابہ

قائد احرار جانشین امیر شریعت، حضرت مولانا

سید ابو معاویہ ابوذر بخاری نور اللہ مرقدہ

- جانشین امیر شریعت کے سوانح و افکار،
- علمی، ادبی، اور دینی تحریکی خدمات
- احرار حلقوں کیلئے ایک خوبصورت تحفہ۔
- پیشگی رقم ارسال فرما کر اپنا نسخہ محفوظ کرالیں۔

صفحات 200

قیمت

عام =/50 روپے

مجلد =/75 روپے

ایجنسی کے رفقاء اپنی مطلوبہ تعداد سے فوراً آگاہ کریں۔

سید محمد کفیل بخاری، مدیر نقیبِ ختم نبوت،

دارِ بنی ھاشم مہربان کالونی ملتان

Kinza

FOOD PRODUCTS

سکوائشز، کیچپ اور اچار

جو کھائے ایک بار۔ وہ کھائے بار بار

wily

FOODS (PVT) LTD.

Chand Plaza. Off Lane 6 Peshawar Road Rawalpindi Cantt.

Ph : 475969

دانت دُرست "تَن" دُرست

دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی صحّت کے لیے انتہائی موثّر نباتاتی

مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

اچھی صحت کا دارو مدار صحت مند دانتوں پر ہے۔ اگر دانت خراب ہوں یا عدم توجہی کے باعث گر جائیں تو انسان دُنیا کی بہت سی نعمتوں اور لذتوں سے لُطف اندوز نہیں ہوسکتا۔ زمانۂ قدیم سے صحتِ دندان کے لیے انسان درختوں کی شاخیں بطور مسواک استعمال کرتا آیا ہے۔ ہمدرد نے تحقیق و تجربات کے بعد دار چینی، لونگ، الائچی اور صحتِ دہن کے لیے دیگر مفید نباتات کے اضافے کے ساتھ "مسواک ٹوتھ پیسٹ" تیار کیا ہے جو دانتوں کو صاف اور سفید رکھنے کے ساتھ مسوڑھوں کو بھی مضبوط، صحت مند اور محفوظ رکھتا ہے۔

سارے گھر کا ٹوتھ پیسٹ
مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
مسواک کے قدرتی خواص صحتِ دنداں کی مضبوط اَساس

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts-HMPT-22/95